شعری مجموعہ

بادِ صبا کی خوشبو

سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی

ادبستان نوابیہ عزیزیہ
پبلیکیشنز

بادِصبا کی خوشبو

میرے دل کے گلشن میں
باد صبا کی خوشبو ہے

سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی

جملہ حقوق بحق شاعر وناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	بادصبا کی خوشبو
نام شاعر	:	سید محمد مجیب الحسن نورنوابی عزیزی
تزئین کار	:	یاورروارثی عزیزی نوابی
کمپوزنگ	:	اسمائل گرافکس، چمن گنج کانپور(انڈیا) +919455306981
سرورق	:	آصف عزیزی نوابی
صفحات	:	136
ناشر	:	دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز dabistanenawwabiya@gmail.com www.dabistanenawwabiya.com
قیمت	:	-/200 روپئے
تعداد	:	500
سن اشاعت	:	فروری 2021

ملنے کا پتہ

آستانۂ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف، پوسٹ منڈوہ، ضلع فتحپور ہسوہ

یو.پی. (انڈیا) پن کوڈ 212653

برائے رابطہ

+919426268823 +919415494492

+919726880001 +918866222412

انتساب

میں اپنا یہ شعری مجموعہ

"بادِ صبا کی خوشبو"

شمس العارفین، بدر الکاملین، فخر السالکین،
محبوب المقربین، عاشق سید المرسلین
حضرت الحاج صوفی سید نوّاب علی شاہ
حسنی، عزیزی، جہانگیری، ابو العلائی، چشتی، قادری،
نقشبندی، سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نام پاک سے منسوب کرتا ہوں جن کی نگاہ فیض اثر کے
بغیر میرا نام بھی ہیچ ہے اور میری ذات بھی نا تمام ہے

سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی عزیزی

کہاں کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوانات	تحریر	صفحہ نمبر
1	سخن گفتنی	سید مجیب الحسن مجیب نوابی	8
2	شہر ادب میں " بادصبا کی خوشبو"	شمائلہ صدف عزیزی، فیصل آباد، پاکستان	11
3	خوشبو کی آواز	یاور وارثی عزیزی نوابی	24

حمد و مناجات

1	بساط کون و مکاں کو سجانے والا وہ	سید مجیب الحسن مجیب نوابی	25
2	خالق حرف کن فکاں، کردے	،، ،، ،،	27

نعوت

1	دل میں ترے جو الفت شاہ امم نہ ہو	سید مجیب الحسن مجیب نوابی	30
2	مرے دل کو آقا مدینہ کریں گے	،، ،، ،،	32
3	حاصل ہوا جو فیض رسول انام کا	،، ،، ،،	34
4	تمام عمر یہی میں نے ایک کام کیا	،، ،، ،،	36
5	تمنا ہے کہ چوموں ان کے در کو	،، ،، ،،	38
6	مدینے میں جدھر دیکھا نظر نے	،، ،، ،،	40
7	کوئی پھول کوئی تارا کوئی آبجو نہیں ہے	،، ،، ،،	41
8	ترے روز و شب نے یہ کہہ دیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ	،، ،، ،،	42

9	ہر اک تبسم ہے جس کا صدقہ مرا نبی ہے	،،	،،	،،	44
10	زندگی میں جو اندھیرا تھا وہ کافور ہوا	،،	،،	،،	46
11	جو مرے سرکار کے در کا گدا ہو جائے گا	،،	،،	،،	48
12	روشنی بخش حوالا ہے شہا نام ترا	،،	،،	،،	50
13	بے مثل ہوئے کوچہ و بازار مدینہ	،،	،،	،،	52
14	چاند جسے کہتے ہیں دریچہ ان کا ہے	،،	،،	،،	54
15	حسین اتنا زیادہ ہے گنبد خضرا	،،	،،	،،	56
16	وہ جو شہر مدینہ ہے	،،	،،	،،	58
17	ہمیشہ سیرت سرکار پر نظر رکھیے	،،	،،	،،	60

مناقب

1	اے بابِ شہرِ علمِ پیمبر ابو تراب	سید مجیب الحسن مجیب نوابی			63
2	وہ علی تاج مرتضیٰ ان کا	،،	،،	،،	65
3	ہر چاند ہر ستارے پہ لکھا ہے فاطمہ	،،	،،	،،	67
4	ملکۂ کن فکاں سیدہ فاطمہ	،،	،،	،،	69
5	خدا تمہارا تمہارے نبی امام حسن	،،	،،	،،	71
6	راحت جانِ فاطمہ ہیں حسین	،،	،،	،،	73
7	ہوا تیرا اشارہ غوث اعظم	،،	،،	،،	75
8	ہوں ترے در کا بھکاری ترا منگتا خواجہ	،،	،،	،،	77
9	تاجدار اولیا خواجہ حسن	،،	،،	،،	79
10	جو تمہارے ہیں حضرتِ نوّاب	،،	،،	،،	81
11	مظہر شان مصطفیٰ ہیں آپ	،،	،،	،،	83

غزلیات

1	جگمگاتی ہے زندگی کیسے	سید مجیب الحسن مجیب نوابی	86
2	آندھیوں سے ہیں رابطے اس کے	،، ،، ،،	88
3	ٹھٹھک گیا مہ نو جھیل میں اترتے ہوئے	،، ،، ،،	90
4	غم کی گھڑی مختصر نہ ہوگی	،، ،، ،،	91
5	یہ کیسا دور یہ کیسی صدی ہے	،، ،، ،،	93
6	سنگ پیکر ہیں راستے میرے	،، ،، ،،	95
7	دیکھ تاریخ کے خزانے میں	،، ،، ،،	97
8	رائگاں عشق کا انجام کہاں ہوتا ہے	،، ،، ،،	98
9	فتح پانے کی نئی راہ نکالی اس نے	،، ،، ،،	99
10	آئنہ عہدِ گذشتہ کا بچارہ گیا ہے	،، ،، ،،	101
11	موسمِ گل نہ بہاروں کا سخن یاد آئے	،، ،، ،،	103
12	منہ دیکھا کیے ہم آئنے کا	،، ،، ،،	105
13	جب تلک عشق کا افسانہ مکمل ہوگا	،، ،، ،،	107
14	ہم سفر اب مرے پہلو میں مرا دل نہ رہا	،، ،، ،،	109
15	تو اگر ہمسفر نہیں ہوتا	،، ،، ،،	111
16	دنیا کے امیروں سے قلندر نہیں ملتا	،، ،، ،،	113
17	سنبھالتا ہے ترا دست معتبر مجھ کو	،، ،، ،،	115
18	نگاہ اپنی سر رہ گزر نہیں رکھتا	،، ،، ،،	117
19	اس سمت تو ماحول ہے پہلے سے ہی بگڑا ہوا	،، ،، ،،	119
20	دہلیز نہ دالان نہ دیوار نہ در ہے	،، ،، ،،	121

21	کالی ہوا چلی گئی رنگ زیاں اچھال کے	”	”	”	123
22	جانے کیا ہے یہ آئینے جیسا	”	”	”	125
23	قبائے حسن کیسے زیب تن شکاری ہے	”	”	”	127
24	جانا زمین میں ہے نکلنا زمین سے	”	”	”	129
25	اپنی انا کے سر کو کچلنے نہیں دیا	”	”	”	131
26	ہر فصیل راہ کو زیر وزبر کرتے ہوئے	”	”	”	132
27	بتاؤں کیا کہ چراغوں پہ کیا گزرتی ہے	”	”	”	134
28	غزلیہ قطعات	”	”	”	136

سخن گفتنی

کچھ عرصہ قبل شہرِ دعا کا قافلہ نعت پڑھتے ہوئے بامِ ایجاب تک پہنچا پھر اس کے بعد گلشنِ دل بادِ صبا کی خوشبو کا امین ہوا۔سادہ لفظوں میں کہا جائے تو یہ شعری مجموعہ اس خاکسار کی منظوم تخلیقات پر مشتمل دوسری کتاب ہے۔اس مجموعے میں نعت و مناقب کے بعد تقریباً کتاب کے نصف حصے کا احاطہ غزلیں کیے ہوئے ہیں۔جی ہاں غزلیں! میں نے غزل کو کبھی بھی غیر جائز صنف کہا ہی نہیں البتہ غزل کی حمایت میں اس قدر بھی آگے نہیں بڑھتا کہ نعت و منقبت پر اس کی برتری کا قائل ہو جاؤں اور ان دونوں اصناف میں موجود کلام پر محض مذہبی شاعری کا لیبل چسپاں کر کے ان کی ادبی حیثیت کو تسلیم نہ کروں۔جانتا ہوں کہ مذہبی شاعری کے عنوان سے کس قدر سطحی کلام تخلیق ہوتا تھا اور ہو رہا ہے مگر آج کل جو کچھ غزل کے نام پر مشاعروں میں پڑھا جاتا ہے کیا وہ معیار سے گرا ہوا نہیں ہے؟ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعر نیم گلوکار کوئی شاعر یا متشاعر بھی نہیں بلکہ کسی سیاسی جماعت کا نمائندہ ہے جو اپنی جماعت کے افکار و نظریات کی منظوم پیرائے میں تبلیغ کر رہا ہے۔لہو گرم رکھنے کے حیلے بہانے اور بھی ہیں سچائی یہ ہے کہ خواہ سیاسی ہو یا وہ مذہبی شاعری جس میں نعت و منقبت کے نام پر مسلکی منافرت پھیلائی جاتی ہے تو ایسی ہر کاوش غیر نستعلیق طبیعتوں کے مالک افراد کے ذہنوں میں بھی تادیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ مشاعروں یا جلسوں میں پڑھا جانے والا کلام اب کسی صنفِ سخن کی پہچان نہیں بن سکتا۔ پرانے وقتوں کی بات اور ہے۔اسی لیے وہ شعرا جن میں فی الحقیقت بلند افکار موزوں کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اکثر مشاعروں میں شریک ہونے سے گریزاں رہتے ہیں۔ انہیں خبر ہے کہ ہمارے اشعار کے جواب میں سامعین کی جانب سے گہرے سکوت کے

علاوہ کچھ نہیں ملے گا یا پھر بہت سے بہت وہ تحسین ناشناس سے سنگسار ہو کر گھر کو لوٹ آتے ہیں۔لہٰذا مشاعروں میں پڑھا جانے والا تقدیسی کلام ہو یا اخباری نظمیں اور غزلیں یہ صرف موزونی طبع کا نتیجہ یعنی تک بندی کہے جانے کی مستحق ہیں شاعری قطعاً نہیں۔اگر کسی تنقید نگار کو دور سے محض مترنم نعتیں سننے کا اتفاق ہوا ہے اور اسی باعث وہ تمام نعتیہ شاعری پر غیر معیاری ہونے کا حکم لگاتا ہے تو اسے چاہیے کہ غزلیہ مجموعوں کی مانند پہلے مستند اور معتبر شعرا کے نعتیہ مجموعے دیکھے ممکن ہے کہ اس کی رائے تبدیل ہو جائے۔

علیٰ ہٰذا القیاس مطالعے اور مشاعرے کا فرق ہمیشہ خاطر نشین رہے۔بات غزل سے شروع ہوئی اور کہاں سے کہاں جا پہنچی۔یہی معلوم ہوتا ہے کہ گلشن ادب صرصر فنا کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور اگر ایسے میں کہیں سے بادِ صبا کی خوشبو ہی وارد ہو جائے تو غنیمت ہے۔میں اپنی شعرگوئی کی بابت قارئین سے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ خودسرائی یا خود ملامت گری میرا طریق نہیں۔گمان غالب ہے کہ میرے تعارف میں خانقاہی پس منظر کو دیکھ کر کچھ افراد کو میری غزلوں میں خالص مضامین توحید و تصوف کی توقع ہو تو شاید انہیں مایوسی ہی ہوگی کیوں کہ میں نہ تو صاحب حال ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اور نہ ہی صاحب مقام ہونے کا مدعی ہوں۔میں تو ابھی اسیر خاک ہوں، وہ نگاہ تو بارہا اس قفس آب و گل کی تیلیوں کو توڑ کر مجھے بلند پروازی کے لیے آمادہ کرتی ہے مگر یہ نفس سرکش مجھے اس قید سے مانوس کیے ہوئے ہے۔جس روز میں اس نفس کو رام کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تب کہیں جا کر بفضل خدا میری غزلوں میں نغمات لاہوتی کی گونج سنائی دے گی۔پھر یہ بھی سوچتا ہوں کہ آخر تابہ کے حدیث وادی ایمن و برق تجلی؟ اور تا کجا مشاہدۂ حق کی گفتگو بادہ و ساغر کہے بغیر نہ کی جائے؟ جدید اردو غزل میں موضوعات معرفت و حقیقت برتنے کے لیے نئے اسالیب اور طرز بیان کی جستجو کرنی چاہیے مگر ایسا کرے کون؟ الاماشاء اللہ خانقاہوں سے ذوق شعری نے اپنا رخت سفر باندھ لیا ہے۔جب صوفی شعرا ہی نہ رہے تو عارفانہ اور متصوفانہ کلام کون سی قوم تخلیق کرے گی۔ہاں شاید وہ طبقہ کر سکتا ہے جس کا یہ کہنا ہے کہ

تصوف برائے شعر گفتن خوب است۔مگر اب اس گروہ میں بھی کتنے لوگ رہ گئے ہیں، گذشتہ سال ان میں سے بھی ایک ایک کر کے کتنے چراغ بجھ گئے۔اب ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی غزلیں اس کے لغوی معنی بازناں سخن گفتن کا آئینہ دار ہوتی ہیں یا پھر ان پر صحافتی رنگ چھایا ہوا رہتا ہے۔دیکھیے میں نے جہاں سے بات شروع کی تھی ہر پھر کے وہیں پہنچ گیا یہ گردش پرکار بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔

خیر! نوائے غزل سے بیگانوں کی غزل سرائی کا شکوہ بہت ہوا۔اب ہمیں تو یہ کرنا چاہیے کہ اپنے بدن کی وسعتوں میں خود کو تلاش کریں تاکہ صحرائے فراق سے گلزار وصال تک کا سفر جلد طے ہو اور فضائے شام الم بھی صبح نشاط انگیز کی نوید سنائے۔میرا ادبی سفر حضرت نور کی بہ ہر گام رہنمائی کے ساتھ جاری ہے،میں اس شعری مجموعے کو شرمندۂ تقاریظ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اپنے مخلص ترین احباب کی آرا کو اس کتاب میں شامل نہ کر کے ان کے فکر و فن کی توہین نہیں کر سکتا۔بالخصوص حضرت یاور جن کے لیے میں دعائے خیر ہی کر سکتا ہوں۔شکریہ ایسے تکلف آمیز الفاظ کو میں ان کے شایان شان نہیں سمجھتا۔ حضرت نور کے ساتھ جناب یاور ہی ہیں جن کی تحریک سے اس مجموعے کو شائع کیا جا رہا ہے۔نیز پروفیسر شمائلہ صدف عزیزی اور تمام اراکین دبستان نوابیہ عزیزیہ کے لیے ہر نفس دعا گو ہوں۔رب دو جہاں بہ تولائے نبی و آل نبی ہم سب کو عرفان ذات سے نوازے اور ہمیں منزل خود شناسی تک رسائی نصیب ہو۔یہ راہ مشکل تو ہے مگر ناقابل عبور نہیں۔ضرورت عزم بالجزم کی ہے ذرا نظر اٹھا کر دیکھیے غبار شب کے ادھر جلوۂ سحر نمودار ہونے کو ہے اور ہماری منزل کے نقوش آہستہ آہستہ واضح ہوتے جاتے ہیں۔

سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی

شہر ادب میں "باد صبا کی خوشبو"

شمائلہ صدف عزیزی
فیصل آباد، پاکستان

الفاظ کی بست و بنت میں نادر فکر و خیال کے تار و پود اور سلیقۂ اظہار شامل ہو تو شاعری معجز نما ہو جاتی ہے۔ کامل شعر پارے کی تشکیل ان کے بغیر ممکن نہیں، تخلیق کار کا وجدانی شعور، جمالیاتی وفور کا سبب بنتا ہے پھر ساکت و جامد لفظ تحرک آشنا ہونے لگتے ہیں، مناظر بولتے ہیں شعریت ان مناظر میں تاثیر کا رس گھولتی ہے اور ایک ایک بیانیہ معانی در معانی کے تسلسل کا پیامی بن جاتا ہے۔ ایسی ہی شاعری ہے سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی عزیزی کی۔ آپ منفرد اسلوب، توانا لہجے اور جدید فکری رویے کے ساتھ عرصہ گاہ سخن میں وارد ہوئے ہیں، آپ کی تخلیقاتِ شعری لفظی، معنوی اور صوتی توازن و تناسب، ردائف و قوافی کے مکمل ارتباط، تشبیہاتی و استعاراتی تازہ کاری، تمثیلی و محاکاتی رنگ، مکالماتی ڈھنگ اور جدت آگیں اسلوب کی بدولت ارباب ذوق میں خوب سراہی جا رہی ہیں، آپ نے حمد ،نعت، منقبت اور غزل وغیرہ ہمہ اصناف شعر میں ہنر کاری کے جوہر دکھائے ہیں البتہ آپ نے اپنی نگارشات کی اشاعت کا آغاز" بام ایجاب" سے کیا یہ شکرانہ نعمت بھی تھا اور تحدیث نعمت بھی، آپ کا ایک شعر مذکورہ بالا بیان کا احسن ترین ترجمان ہے۔

مجیب آپ نے صدقے میں جس کے پایا ہے
اسی کریم کے در پر گل ہنر رکھیے

"بادِ صبا کی خوشبو" بوستانِ ادب میں آپ کی سبک رو مسافت کی دوسری ورود گاہ ہے، یہ شعری مجموعہ تین اہم اصنافِ سخن نعت، منقبت اور غزل پر مشتمل ہے۔

تقدیسی ادبیات میں نعت کا مقام و مرتبہ اور اس کی ادبی حیثیت مسلّم ہے، بحمد اللہ عصرِ رواں میں نعت گوئی نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے جس کے اہم محرکات میں دورِ حاضر کے مشینی انقلاب سے منتج ہونے والی بے سکونی و عدم اطمینانی اور حصولِ قرار کے لیے اسوۂ رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانب مراجعت وغیرہ شامل ہیں اس مجموعۂ کلام کی ایک نعت کے مطلع سے یہی خیال مترشح ہے۔

ہمیشہ سیرتِ سرکار پر نظر رکھیے
خیال و فکر کی شمعوں کو اوج پر رکھیے

نعت کی بنیاد دراصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ الفت و محبت ہے، نعت گوئی التفاتِ شہ کونین کا اشارہ ہے، آقائے کریم کا کرم ملتفت ہوتا ہے تو خیال مطہر اور لفظ منور ہو کر کائناتِ نعت کا حصہ بنتے ہیں، سید مجیب الحسن مجیب کی نعوت کے اکثر اشعار عشقِ رسول اور حبِ رسول کو نئی موضوعاتی جہات اور جدید فکری سانچوں میں ڈھالتے دکھائی دیتے ہیں، یہ شعری جہات "کل جدید لذیذ و کل عتیق عزیز" کے مصداق روایت کے احترام اور جدت کے التزام کی بدولت منفرد اور جاذبِ قلب و نظر ہیں بطور مثال یہ شعر دیکھیے۔

جس کے دل میں عشقِ شاہِ دوسرا کر لے گا گھر
وہ جدھر دیکھے گا دنیا کا بھلا ہو جائے گا

مذکورہ بالا شعر میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی جہات اور ان ثمرات کا ذکر ہے جو عالمی منظر نامے پر اسلام کے مقام و مرتبہ، اہلِ اسلام کی خیر و صلاح اور تکریمِ انسانیت کو ثبت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دہشت گرد یا ضرر رساں قرار دینے کی عالمی سازش کی بیخ کنی کرتے ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ آقائے دو جہاں نے مسلم کی تعریف ہی یہی

کی ہے کہ اس سے دوسرے سلامت و مامون رہیں۔
یہ شعر دیکھیے:

احساس خار کا ہو جو ہم پھول سے ملیں
حاصل ہمیں جو سرور دیں کا کرم نہ ہو

یہ بھی معراج محبت ہے کہ شہ دوسرا کے لطف عمیم اور فضل عظیم کے بغیر پھول خار سراپا، گلستان دشت نما اور آبادیاں ویرانے محسوس ہوں، یہ احساس ایک سچے محب کا ہے کہ وہ زندگی کی ہر نعمت اور ہر آسائش کو آقائے دو جہاں کے کرم سے تعبیر کرتا ہے۔
حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر باطنی و روحانی ثمرات شعرِ مجیب کی روشنی میں ملاحظہ کیجیے۔

تعظیم وتکریم:

نبی کا عشق مدینے میں زور دے کے کہے
جہاں قدم کا ہو موقع وہاں پہ سر رکھیے

نجات دارین:

چراغ عشق نبی سے ہے دل ترا روشن
نجات کے لیے کیا خوب اہتمام کیا

طہارت وتزکیہ:

دل و نظر کا ضروری ہے با وضو ہونا
جو اپنے گوشۂ دل میں نبی کا در رکھیے

دشمنان سرکار سے عداوت:

دشمنی سرور دیں کی تھے جو پالے دل میں
ایسے لوگوں سے بہت دور بہت دور ہوا

نعتیہ شعری روایت کا جمالیاتی نظام مجرد ادبیات سے مختلف ہے کیونکہ نعت کی

ممدوح ومخاطب وہ ذات پاک ہے جس کی بارگاہ میں ہر اوج وعروج خمیدہ سر اور تمام تر عظمتیں اور وجاہتیں عاجز ومنکسر رہتی ہیں ۔ یہاں محبوب مجازی کے ذکر کی مانند اظہار بے مہار نہیں ہونے پاتا بلکہ ادب وتکریم کے پیرائے میں تصور جمال نبی کے گہر ہائے تابدار کو حرف ونوا کی تقدس مآب لڑیوں میں نظم کیا جاتا ہے، یہاں ہجر وفراق بھی دائرۂ ادب سے باہر نہیں نکلتا، اشک وآہ وفغاں بھی مؤدب رہتے ہیں، کہ یہاں ہجر بھی وصل نما ہے، محبوب خدا سے منسوب ہر ہستی اور ہر شے دائرۂ نعت میں درآتی ہے، حتیٰ کہ تخلیق کار کے جذبات و احساسات بھی مدح رسول سے مس ہو کر تقدیسی پیرایہ اختیار کر لیتے ہیں، ان محسوسات کا اظہار بھی نعت کی جمالیاتی نسبتوں کا امین ہو جاتا ہے، جناب سید مجیب الحسن مجیب کے ہاں نعت کی یہ جمالیات نئے رنگ وآہنگ سے منعکس ہوتی ہیں، یاد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ کا دریچۂ شوق وا کرتی ہے تو بھری دوپہر صبح نو میں ڈھل جاتی ہے اور لو کے جھکڑ باد صبا کا روپ اختیار کر لیتے ہیں، جس ذات گرامی کی یاد ایسی کرم گستر اور بندہ پرور ہے ان کے اسم گرامی کی شفا بخشی کا کیا کہنا۔

چند شعر پیش خدمت ہیں جن سے شاعر ممدوح کی نعت گوئی کی شعری جمالیات خوب عیاں ہیں۔

نقوش پا جس کے پتھروں پر ہوئے ہیں روشن
ہے جس کا خوشبو صفت پسینہ مرا نبی ہے

یاد سرکار سے سوئی ہوئی قسمت جاگی
مندمل آنکھ جھپکتے مرا ناسور ہوا

سادہ پانی کو بھی تاثیر شفا مل گئی ہے
لکھ کے کاغذ پہ جو ڈالا ہے شہا نام ترا

قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ نعت کے بنیادی مآخذ ہیں ۔" بادصبا کی خوشبو"

کے بیشتر نعتیہ کلام افکار قرآن اور احادیث صاحب قرآن سے مستنیر ہیں۔
طوالت کے خوف سے صرف چند امثلہ مع نص قرآن وحدیث پیش ہیں۔

رسول پاک نے جو شے حلال کی وہ ہوئی
حرام ہو گئی وہ شے جسے حرام کیا

(وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَآئِثَ)

ترے روز وشب نے یہ کہہ دیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ
تو کتاب حق کا ہے آئینہ مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

(کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ)

ممکن نہیں کہ رحمت رب ہو نہ ملتفت
میں ورد کر رہا ہوں درود و سلام کا

(مَنْ صَلَّی عَلَیَّ واحدۃً صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ عشرًا)

ہے جہان کن ترے واسطے بنے عرش فرش ترے لیے
تری ذات سرور انبیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

(لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ)

نعت اور نواح نعت سے مجیب نوابی کا والہانہ لگاؤ آپ کے اشعار سے خوب عیاں ہے، آپ کا سکون وطمانیت نعت گوئی کے شغل راحت فزا میں ہے کیونکہ نعت عقیدتوں کا وہ حرف آغاز ہے جو فکر ونظر کو رفعت پرواز دیتا ہے، نعت جبین دل پر لہو کی روشنائی سے مرقوم وہ حکایت عشق ہے جو صداقت احساس کی امین بھی ہے اور صدف مراد کا در ثمین بھی، ہر ہجر گوارا سہی مگر نواح نعت سے دوری اور فضائے نعت سے جدائی آپ کو گوارا نہیں، اسی رنگ کے چند اشعار:

کوئی آسماں نہیں ہے جو پڑھے نہ ان کی نعتیں
جو در نبی نہ چومے کوئی آبجو نہیں ہے

نبی کی نعت کے صدقے میں یارب
اڑا اونچا مری فکر و نظر کو

دل کی جبیں پہ نعت لہو سے رقم کریں
حاصل جو ایسے وقت میں کاغذ قلم نہ ہو

مقبولان بارگاہ ایزدی کی مدح وتوصیف کا نام منقبت ہے، منقبت میں عموماً قصیدے کی طرح واقعاتی طرز اپنائی جاتی ہے، جو نسبتاً سہل ہے، روایتی واقعات نگاری کی بجائے رموز وعلائم کے ذریعے واقعات کو شعریت میں ڈھالنا امر دشوار ہے، سید محمد مجیب الحسن نوابی کی مناقب گوئی کی خوبی یہی طرز اظہار ہے۔آپ کی مناقب گوئی صنف عقیدت ہونے کے باوجود ادب کے عصری مقتضیات کو پورا کرتی ہے نیز عقیدت کی نکہت، تغزل کی چاشنی اور لہجے کی پختگی سے متصف ہے اور منقبت نگاری کی روایت کے ارتقائی سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے۔

حصہ منقبت کا آغاز قاسم ولایت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کی منقبت سے ہوتا ہے مطلع کچھ یوں ہے۔

اے باب شہر علم پیمبر ابوتراب
ہے ذات تیری فاتح خیبر ابوتراب

بعدہٗ آپ نے سیدتنا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کے فضائل وخصائص کو نظم کیا ہے اس کے علاوہ غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، تاجدار ہند خواجہ اجمیر حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ صوفی محمد حسن میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناقب پیش کی ہیں۔آخر میں دو مناقب اپنے مرشد طریقت قطب الاقطاب حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

پیش کی ہیں ۔مناقب کے منتخب اشعار دیکھیں اور منقبت نگاری میں رنگ تغزل سے محظوظ ہوں۔

تیرے بابا کے رستے کا اُڑتا غبار
انجم و کہکشاں سیدہ فاطمہ

شجر شعور کا اک روز ہوگا بار آور
عطا کریں گے گل آگہی امام حسن

مل گیا مجھ کو منزلوں کا سراغ
سامنے تیرے نقش پا ہیں حسین

کہوں میں رات اگر اپنی گلی کو
ترا در ہے سویرا غوث اعظم

ایک مدت سے اجالے نہیں آئے مجھ تک
کھول دے میری طرف اپنا دریچہ خواجہ

تجھ سے ہے مہکا ہوا کوئے نفس
اے گل باغ ادا خواجہ حسن

تیرے کوچے کے سنگ ریزے بھی
ماہ پارے ہیں حضرت نوّاب

جس کو میں روز لکھتا رہتا ہوں
وہ مرا حرف مدعا ہیں آپ

غزل حکایت دل ہے، بیان سوز وگداز ہے، حسن وعشق غزل کے اجزائے لا ینفک رہے ہیں، جدید غزل جب حسن وعشق کے بیانیے سے بڑھ کر عصر شناس ہوئی تو فردی احوال کے علاوہ سسکتی انسانیت کے غم وآلام، وقت کی تیز روی، ذہنی افلاس، اخلاقی سراسیمگی اور داخلی کرب جیسے موضوعات غزل کا حصہ بنتے گئے، سید محمد مجیب الحسن مجیب کی غزل تمام مذکورہ جدید موضوعات سے مزین ہے، آپ کا شعری کینوس بہت وسیع ہے جس پر آپ محبت والفت، سماج اور رواج، جسم وروح کو تصویر کرتے ہیں غزل کدۂ حضرت مجیب میں حسن وعشق کے تذکرے بھی ہیں لیکن انتہائی منفرد اور لطیف پیرائے میں، ہجرو فراق کی کیفیات بھی ہیں مگر ضبط کے دامن سے لپٹی ہوئی، مادّی تسابق، دست ہنر پہ فخر، تعصب کی اجارہ داری، فطرت سے ہم کلامی اور یاد ایام ماضی وغیرہ جیسے موضوعات آپ کی غزل میں جگمگا رہے ہیں۔

حسن وعشق جیسے لطیف موضوعات پر شاعر ممدوح کے یہ اشعار ان کی طبعی شائستگی، منفرد اسلوب اور فکری ترجیحات کے نمائندہ ہیں۔

جو ترے حسن کا منکر تھا وہ مضمون کبھی
مرے افکار کے عنوان میں شامل نہ رہا

ایسا طوفان بلا خیز ہے اس کا انداز
بے طناب آج مرا خیمہ جاں ہوتا ہے

نہ جانے کب سے کھڑا ہوں خرد کی سرحد پر
ہوائے کوئے جنوں آ، شکار کر مجھ کو

تشنگی دشت کی صورت ہے لبوں پر بیٹھی
کب ترا ہاتھ مرے واسطے چھاگل ہو گا

ہیں ساری جہات دسترس میں
بیکار ہے ذکر فاصلے کا

استفہامیہ اسلوب بیاں سیدھے بیانیے سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے جو شعور و لاشعور کی گرہ کشائی کرنے کی بنا پر سریع التاثیر ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں خالق کائنات نے بھی جا بجا استفہامیہ انداز اختیار فرمایا ہے، غزل میں استفہامی اسالیب کے رنگ استاذ شعرا کے یہاں نمایاں ہیں۔

سید محمد مجیب الحسن مجیب کی غزل میں بھی سوالات اٹھاتا ہوا آہنگ خوب ملتا ہے جس سے ان کی متجسس طبیعت کی جانب اشارے ملتے ہیں، مجیب الحسن نوابی کی غزل میں اٹھائے گئے یہ سوالات رسمی نہیں ہیں بلکہ اہم قضیات کی طرف توجہ مبذول کروانے کا باعث ہیں، ایک پوری غزل استفہامی ردیف "کیسے" پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ کہیں ایک مصرع استفہام اور دوسرا ایجاب پر مشتمل ہے کہیں دونوں مصرعے سوالیہ انداز میں نظم کرنے کی بدولت تاکید سے شعر کا لطف دوبالا ہو رہا ہے، یہ سوالات وہ خود سے بھی کرتے ہیں اور لوگوں سے بھی، کبھی وہ عہد موجود کے غیر جذباتی طرز حیات پر سوالیہ نشان ثبت کر کے فکر کو جھنجھوڑ رہے ہیں تو کہیں روشنی کے سہمے ہونے کا باعث تلاش کرتے کرتے مادہ پرستی پر تنقید کرتے ہیں۔ چند امثلہ دیکھیے:

یہ کیسا دور یہ کیسی صدی ہے
جدھر دیکھو ہجوم بے دلی ہے

ایک سوال سے مرے ہو گئے لاجواب سب
کوئی جواب دیتا کیا رخ تھے کئی سوال کے

ناؤ ڈوبی ہوئی تعلق کی
ساحل جاں سے آ لگی کیسے

ترے چہرے کی نزہت دیکھ لی کیا
شگفتہ کیوں چمن کی ہر کلی ہے

کس لیے محو سماعت ہیں فلک والے مجیب
کون گویا یہ سر نوک سناں ہوتا ہے

انسان کی زمین سے محبت، کشش اور وابستگی فطری چیز ہے زمین ہی انسان کی اصل ہے اور اسی کا پیوند بننا اس کی تقدیر۔گویا وطنیت اور قومیت کے برعکس زمینیت ایک تعصب سے بالاتر جذبہ ہے اور تمام اہل زمین کو اجتماعی دھارے کا حصہ بناتا ہے، زمین رزق کا وسیلہ بھی ہے اور ادبی ثروت مندی کا باعث بھی ہے،لفظ زمین سے کتنی ہی تشبیہات، استعارات، محاورات اور علامات وجود میں آئے، حتیٰ کہ شعر کے بنیادی ڈھانچے کو بھی زمین کہا جاتا ہے، مٹی سے تعلق، زمینی مسائل کا ادراک اور زمین کی نفع رسانی وغیرہ جیسے موضوعات بھی ہمیشہ سے ادبیات عالم کا حصہ رہے ہیں، اگرچہ مہ و نجوم پہ کمندیں ڈالنے کے بعد آسمان اور اس کے متناسبات، نئی کہکشاؤں، نئے سیاروں اور نئی دنیاؤں کا ذکر اور دریافت اردو نظم اور غزل میں در آیا لیکن زمین کا تذکرہ اور اس سے ملحق نت نئے اظہاری زاویے بدستور سخن سازوں کا اہم مبحث رہے ہیں آسمان اور اس کے متعلقات سے اگر رفعت و وسعت سے مستعار ہیں تو زمین پناہ، تسکین، عاجزی اور

مادیت پرستی سے عافیت کی طرف رجوع کی آئینہ دار ہے، سید مجیب الحسن کی غزل کے اکثر ابیات زمین اور اہل زمین سے وابستگی اور ان کے معاشرتی اور فکری تقاضوں کے گرد گھومتے ہیں۔

تکتا نہیں ہے اوج فلک کی طرف کبھی
کرتا ہے بات میرا دریچہ زمین سے
کیوں جسم میرا چھوڑ کے باہر یہ آ گیا
لپٹا ہوا ہے کس لیے سایہ زمین سے

مدفون جس میں عکس ہیں گم گشتہ وقت کے
نکلے گا پھر وہ آئنہ خانہ زمین سے

ٹیکنالوجی کی دوڑ اور صنعتی ترقی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مصائب کی جانب کچھ یوں مشار ہیں۔

تم جتنا بھی چاہو زہر ڈالو
دھرتی کبھی بے شجر نہ ہوگی

اے ہوا اب تو نہ کر آگ اگلنے کا عمل
شاخ پر بس یہی اک پتہ ہرا رہ گیا ہے

ناسٹلجیا یا یاد ایام انسانی فطرت کا حصہ ہے جو روح و جسم کے اتصال سے افتراق تک اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، درحقیقت انسان کی یہ ازلی تنہائی اور اداسی اس کی روح کی پکار ہے، علاوہ ازیں وطن سے دوری، فراق و ہجر اور گزرے وقت کی دل فریبی اور تلخیاں انسان کے شعور و لاشعور کو جکڑے رکھتی ہیں اور شعر کی تخلیق کے وقت

لاشعور سے ابھرنے والی یہ یادیں دبے پاؤں شاعری میں در آتی ہیں، یہ ناسٹلجیائی عنصر کم وبیش ہر نوع کے ادب میں پایا جاتا ہے، جو اگر منفی ہو تو یاس و ناامیدی کا احساس جگاتا ہے اور مثبت ہو تو ماضی کی یادیں اور تجارب حال کو خوشگوار تاثر بخشتے ہیں"بادصبا کی خوشبو" میں مثبت یادِ ایام سے لطف اندوزی کا تاثر جا بجا ملتا ہے۔

ایک منظر ہے یاد میں محفوظ
اب بھی محسوس ہو نیئے جیسا
اس کی یادوں کی اک کرن تھی بہت
اک دیا بھی اگر نہیں ہوتا

جن سے وابستہ مرا دست تعلق تھا مجیب
دشت میں بھرتے کلیلیں وہ ہرن یاد آئے

تقدیر کے خیر وشر پہ یقین اس شعر سے خوب عیاں ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کچھ موڑ ہیں باقی غم کے
اٹھتے اٹھتے جو مرا دست دعا رہ گیا ہے

شاعری اور اس کی تخلیق بذاتِ خود اسرار میں سے ہے، اور اگر شعر کی مجموعی فضا تجسس خیز ہو تو ذہن اس کی ممکنہ توجیہات بننے لگتا ہے"بادصبا کی خوشبو" میں حصہ غزلیات کی ایک منفرد خصوصیت اکثر ابیاتِ غزل کا اسراریت میں گندھا ہوا اسلوب ہے جو تجسس کی فضا پیدا کر کے قاری پہ حسبِ ذوقِ تفہیم کی متنوع جہات کے در وا کرتا ہے، ان اشعار میں اسرار کے پردے میں لپٹی ہوئی رومانویت ایک الگ طرح کی دل کشی رکھتی ہے، پرانے کھنڈر کی معیت میں گزری ہوئی رات، خالی مکان کے دریچے سے اٹھنے والی آہٹ، پرچھائیوں کی صدائیں، پرشور سناٹے قاری کی حس تجسس کو برانگیختہ کرتے ہیں چند نمونے ذیل میں درج ہیں۔

خالی پڑا ہے اک زمانے سے یہ گھر لیکن مجھے
محسوس ہوتا ہے دریچے میں کوئی بیٹھا ہوا

کل میرے کمرے میں کوئی تھا اور بھی میرے سوا
میں نے جو پوچھا کون ہے پر شور سناٹا ہوا
وہ اک مکان جو پرچھائیوں کا مسکن ہے
وہی بلاتا ہے مدت سے رات بھر مجھ کو

چلو اس پیڑ کے نزدیک دیکھو
مہک سی کچھ لہو کی آ رہی ہے

اس طرف تو کوئی نہیں آتا
ہے یہاں پر ہماہمی کیسے

سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی کی شاعری کے یہ انفرادی پہلوان کی شاعری کے روشن و تابناک حال و استقبال کا پتا بھی دے رہے ہیں اور ان کی فکری و ادبی ترجیحات کے عکاس بھی ہیں ۔ابھی اس باکمال شاعری کی بہت سی جہتیں پردہ اخفا میں ہیں جو ان بظاہر سیدھے سادے بیانیوں کی پیچ در پیچ گتھیاں سلجھانے کے لیے ماہران فن کی منتظر ہیں۔

کنیز بارگاہ نوابی
شمائلہ صدف عزیزی
(فیصل آباد پاکستان)

خوشبو کی آواز

"بادصبا کی خوشبو" کا مسودہ میرے پیش نظر ہے۔ یہ حضرت سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی عزیزی کا مجموعۂ کلام ہے۔ عنوان پر نظر پڑتے ہی مشام جاں خوشبوؤں سے معطر ہو گیا۔ رنگوں کی تتلیاں خیالوں کی فضاؤں میں منڈرانے لگیں۔ بہارِ حرف و معانی اپنی جولانیوں سے باغ تصور کو نئے مناظر کے تحفے پیش کرنے لگی۔ ذہن و فکر میں خوشبو کے دوش بدوش حضرت مجیب کے رشحات قلم اپنے حسن و جمال کا جادو جگانے لگے۔

مسودہ کی ورق گردانی نے تجسس و شوق کے نئے باب وا کرنے شروع کر دیئے اگر چہ اس سے پہلے میں حضرت مجیب کا بیشتر کلام ان کی زبانی سن چکا ہوں لیکن یہ ان کے قلم اعجاز رقم کا ہی خاصہ ہے کہ جتنی بار میں نے ان کے اشعار کو سننے کا شرف حاصل کیا تازگی کے نئے جہان آباد ہوتے چلے گئے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ گھرانہ ہی مدح رسول اکرم اور مناقب بزرگان کرام کے گلدستوں کا نگار خانہ ہے۔ اس گھر کے در و دیوار میں اسی کا رنگ و روغن ہے۔ حضرت مجیب نے جہاں نعت و مناقب سے اپنے جہان فکر کو روشنی عطا کی ہے وہیں غزل کو بھی اپنی تنہائیوں کی ہم راز بنایا ہے۔ حضرت مجیب کی غزلیں نئی قباؤں کی امین ہیں۔ ان میں وہی درد و کرب ہے جو اس دور نے انہیں عطا کیا ہے۔ ان کی غزلوں کو میں جدت کی میزان پر کھرا اترتے ہوئے پاتا ہوں۔ غزل ہی نہیں حضرت مجیب کی نعتیہ اور منقبتی شاعری بھی تغزل کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ میں کیا ہوں جو ان کے افکار عالیہ پر خامہ فرسائی کروں گا۔ یہ حضرت مجیب کا کرم ہے کہ انہوں نے کچھ تحریر کرنے کا حکم دیا ورنہ میں کیا اور میرا قلم کیا۔ مجھے تو جو کچھ بھی ملتا ہے انہیں حضرات ذی وقار کے دستر خوان کرم سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے حضرت مجیب ان کے برادران ذی وقار اور خانقاہ نوابیہ عزیزیہ نیز دبستان نوابیہ کو عروج و ارتقا کی ان منزلوں سے ہم آغوش فرمائے جن کی طرف عالم شوق حسرت بھری نگاہوں سے تکتا رہتا ہے۔

یاور وارثی عزیزی نوابی

حمد

بساط کون و مکاں کو سجانے والا وہ
زمیں کی گود سے سبزہ اگانے والا وہ

بغیر آب بھی مچھلی کو زندگی بخشے
بغیر بازو و پر بھی اڑانے والا وہ

مہیب موج کا دل چیر کر بڑھیں آگے
شناوروں کی ہے ہمت بڑھانے والا وہ

سماعتوں کی وہی تشنگی بڑھاتا ہے
خموشیوں کا ہے نغمہ سنانے والا وہ

وہ ہر گھڑی رہے موجود ہر جگہ ہر سو
کہوں میں کیسے کہ ہے آنے جانے والا وہ

فضائے ساکت و جامد کو وہ تحرک دے
نئے نقوش فضا میں بنانے والا وہ

ہوائیں اس کے لیے پچھوؤں کا کام کریں
سمندروں میں ہے کشتی ترانے والا وہ

وہ دستِ غیب ہے اس کا جو دے سہارا ہمیں
جو گر پڑیں تو ہمیں ہے اٹھانے والا وہ

ہیں قمریاں بھی اسی کی اسی کی شاخ نوا
مجیبؔ بزمِ سخن ہے سجانے والا وہ

مناجات

خالق حرف کن فکاں ! کر دے
ابر رحمت کو مہرباں کر دے

جس کا مرکز ہوں سید عالم
اس تصور کو آسماں کر دے

اضطراب و الم سے رکھ محفوظ
دور ہم سے ہر اک زیاں کر دے

جا رہا ہے خیال سوئے رسول
بے زبانی کو ہی زباں کر دے

بے شجر راہ زندگی ہے تو پھر
دھوپ کو میرا سائباں کر دے

خاک در کو بنا لباس مرا
ان کے در کو مرا مکاں کردے

وسعتوں کو سمیٹنا چاہوں
میں ہوں نقطہ تو بیکراں کردے

لشکر ابر ہائے رحمت بھیج
دشت کو رشک گلستاں کردے

آرزوئے مجیبؔ پوری کر
جو نہاں ہے اسے عیاں کردے

نعت پاک

1

دل میں ترے جو الفت شاہ امم نہ ہو
روشن ترا خیال خدا کی قسم نہ ہو

احساس خار کا ہو جو ہم پھول سے ملیں
حاصل ہمیں جو سرور دیں کا کرم نہ ہو

دل کی جبیں پہ نعت لہو سے رقم کریں
حاصل جو ایسے وقت میں کاغذ قلم نہ ہو

یہ سوچ لے کہ عشق مکمل نہیں ہوا
جو یاد مصطفی میں تری آنکھ نم نہ ہو

یارب اس آرزو کو مری بار یاب کر
مجھ کو غم نبی کے سوا کوئی غم نہ ہو

سجدے میں آسمان ہے عظمت ہے سرنگوں
یہ وجہ کائنات کا نقشِ قدم نہ ہو

دنیا ملے ملے نہ ملے اس کا غم نہیں
کچھ بھی ہو شوق نعت نگاری کا کم نہ ہو

سرکار کا خیال اگر میرا ساتھ دے
واللہ مجھ کو فکر وجود و عدم نہ ہو

خوشبو ہر ایک شہر تو دیتا نہیں مجیبؔ
یہ میرے مصطفیٰ کا دیارِ کرم نہ ہو

2

مرے دل کو آقا مدینہ کریں گے
یقیناً کسی روز ایسا کریں گے

یہ سوچا ہے بیٹھیں گے کنج نفس میں
شہ دیں کے بارے میں سوچا کریں گے

کسی کو بھی آقا نہ رکھیں گے پیاسا
رواں دشت در دشت دریا کریں گے

اسی کو بنا لیں گے ملبوس اپنا
قبا عشق آقا کی پہنا کریں گے

یہی سوچتے ہیں مرے دل کے طائر
کہ باغ نبی میں بسیرا کریں گے

دیے مصطفی نے کیے ہیں جو روشن
ہر اک سو جہاں میں اجالا کریں گے

تمنائیں میری یہ ضد کر رہی ہیں
دیارِ نبی کا نظارا کریں گے

انہیں سے کہوں گا میں اب حال اپنا
وہی میرے غم کا مداوا کریں گے

توجہ ہماری رہے گی نبی پر
ہماری طرف لوگ دیکھا کریں گے

فلک میرے قدموں کا لے لے گا بوسہ
اگر میرے آقا اشارا کریں گے

بہت کر لیں دنیا زمانے کی باتیں
مجیبؔ اب مدینہ مدینہ کریں گے

3

حاصل ہوا جو فیض رسول انام کا
مژدہ عطا ہوا مجھے عمر دوام کا

ممکن نہیں کہ رحمت رب ہو نہ ملتفت
میں ورد کر رہا ہوں درود و سلام کا

محبوبِ کردگار ہیں میرے رسول پاک
اندازہ کر سکو گے نہ ان کے مقام کا

اے خاکِ کوئے سرورِ دیں میرے سر پہ آ
جذبہ ہے میرے دل میں ترے احترام کا

افلاک عظمتوں کے قدم چومنے لگے
اعزاز مل گیا جو نبی کے غلام کا

میری عقیدتیں ہوئیں قربان دفعتاً
دیکھا جو در حسین علیہ السلام کا

ذکرِ رسول، ذکرِ علی، ذکرِ آل پاک
معمول بس یہی ہے مری صبح و شام کا

عرش علیٰ ہے اس کے لیے دو قدم کی بات
دیدار جس کو ہوگیا آقا کے بام کا

حاصل ہے جس کو شمعِ ولائے نبی مجیبؔ
احسان لیتا ہی نہیں ماہِ تمام کا

4

تمام عمر یہی میں نے ایک کام کیا
درود ان پہ پڑھا ، اور انہیں سلام کیا

ملائکہ نے توجہ کے موتی برسائے
نبی کے ذکر کا ہم نے جو اہتمام کیا

کہاں ٹھکانہ ہے تیری عطا کا میرے نبی
خدا نے کشورِ الطاف تیرے نام کیا

درِ نبی کی غلامی کا تاج سر پہ تھا
امیرِ شہر نے بڑھ کر اسے سلام کیا

چراغِ عشق نبی سے ہے تیرا دل روشن
نجات کے لیے کیا خوب انتظام کیا

نبی کے کوچۂ روشن کی گفتگو چھیڑی
دلِ فسردہ کو یوں ہم نے شادکام کیا

زمانہ اس کے قدم چومنے بڑھا آگے
رسولِ پاک نے جس شخص کو غلام کیا

رسولِ پاک نے جو شے حلال کی وہ ہوئی
حرام ہوگئی وہ شے جسے حرام کیا

جبیں پہ ملتے رہے کوچۂ رسول کی خاک
یہی بس ایک عمل ہم نے صبح و شام کیا

وہ ہے مدینہ کوئی ایسا ویسا شہر نہیں
وہاں کے سنگ کا بھی ہم نے احترام کیا

نمازِ عشق کی نیت جو میں نے باندھی مجیبؔ
خیالِ سرورِ کونین کو امام کیا

5

تمنا ہے کہ چوموں ان کے در کو
چلا ہوں بھول کر میں اپنے گھر کو

نگاہیں اڑ گئیں طیبہ سے گھر کو
لیے آغوش میں دیوار و در کو

چمکتی ہے جبیں ان کے گدا کی
کہاں رتبہ ملا یہ تاجور کو

جو دیکھ آئی ہے ان کا سبز گنبد
زمانہ دیکھتا ہے اس نظر کو

کیا جس نے نظارہ ان کے گھر کا
دعا دیتا ہے اپنے بال و پر کو

ہے ان کے نقش پا کا چاند روشن
میں کیوں دیکھوں بھلا شمس و قمر کو

مدینے کے سفر سے پہلے یا رب
مؤدب کر دے میری چشم تر کو

نہ دیکھی جس نے شام کوئے آقا
بھلا دیکھے گا کیوں ایسی سحر کو

نبی کی نعت کے صدقے میں یارب
اڑا اونچا مری فکر و نظر کو

نبی کے نام کا مرہم لگا دے
لیے بیٹھا ہے کیوں تو ٹوٹے پر کو

دعاؤں کے پرندے آ رہے ہیں
درودو ! کھول دو باب اثر کو

غبارِ شہر طیبہ دو ہواؤ !
اجالوں گا شبِ تاریک تر کو

جہاں ہے مصطفیٰ کا در ، یہ سورج
جھکاتا ہے وہیں پر اپنے سر کو

مجیبؔ آئی جو کوئے مصطفیٰ میں
ملی پوشاکِ گل گردِ سفر کو

6

مدینے میں جدھر دیکھا نظر نے
ملے ہر گام پر خوشبو کے جھرنے

ہوا جب ان کی جانب محو پرواز
دعائیں دی ہیں مجھ کو بال و پر نے

ترے اکرام نے کی ناخدائی
ڈبونی چاہی جو کشتی بھنور نے

میں نام سرور دیں رٹ رہا ہوں
لگے ہیں حادثے خود مجھ سے ڈرنے

بہاریں ہنس پڑیں ، گل مسکرائے
کیا رخ جس طرف ان کی نظر نے

سر محفل علی والوں کا صدقہ
شہ دیں آئے ہیں تقسیم کرنے

مجیبؔ اسلام کو زندہ کیا ہے
بتول پاک کے لخت جگر نے

7

کوئی پھول کوئی تارا کوئی آبجو نہیں ہے
مرے مصطفیٰ کے جیسا کوئی خوبرو نہیں ہے

تو حبیبِ رب ہے آقا ترا مرتبہ ہے اونچا
ترا نام لوں میں کیسے کہ ابھی وضو نہیں ہے

یہ علی کا فیصلہ ہے یہ حسین کہہ رہے ہیں
جو نثار ہو نہ ان پر وہ لہو لہو نہیں ہے

کوئی آسماں نہیں ہے جو پڑھے نہ ان کی نعتیں
جو درِ نبی نہ چومے کوئی آبجو نہیں ہے

مرے تاجدارِ طیبہ تو ہے جانِ گلشنوں کی
کوئی گل نہیں ہے جس کو تری جستجو نہیں ہے

مرا نام کیا نسب کیا مری اپنی حیثیت کیا
ترے نام سے زیادہ مری آبرو نہیں ہے

ہے مجیبؔ میرا دشمن جو رسول کا ہے دشمن
جو رسول کا ہے عاشق وہ مرا عدو نہیں ہے

8

ترے روز و شب نے یہ کہہ دیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ
تو کتاب حق کا ہے آئینہ مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

تری اک نظر سے عروج کے سبھی آسماں بنیں رہ گزر
تری خاکِ پا سے ملے شفا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

ہے جہانِ کن ترے واسطے بنے عرش و فرش ترے لیے
تری ذات سرورِ انبیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

ترا صدقہ رونقِ بزمِ شب ہیں گدا ترے یہ عجم عرب
گلِ صبح تجھ پہ ہوا فدا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

ترے باغِ لطف و کرم میں ہو تری رحمتوں کے ہو طاق میں
تو ہوا کی زد پہ جلے دیا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

ترے غم کے جب سے ہیں گل کھلے تری یاد جب سے مقیم ہے
مرا دشت دل ہے ہرا بھرا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

مرے شہر جاں میں رکے ہوئے ہیں سرور و وجد کے قافلے
ہے ترے کرم کی گھری گھٹا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

اسے رکھ لے کوئے بہار میں اسے لے لے اپنے حصار میں
ہے مرا چمن شرر آشنا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

نہ مجیبؔ دشت سراب میں بھی بھٹک سکے گا کسی طرح
جو ہو رہنما ترا نقش پا مرے مصطفیٰ مرے مصطفیٰ

9

ہر اک تبسم ہے جس کا صدقہ مرا نبی ہے
جو زندگی کا بنا اجالا مرا نبی ہے

مرے نبی سے ہے میری پہچان ہر جہاں میں
میانِ محشر مرا حوالہ مرا نبی ہے

بھری دوپہری میں روح و جاں کو سکون بخشے
کرم کا جو دے حسیں دوشالا مرا نبی ہے

تھا سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کا جو مسافر
تھا منتظر اوجِ عرش جس کا مرا نبی ہے

مشیر جس کے ہیں سب مشیروں سے ارفع اعلیٰ
حبیب جو ہے مرے خدا کا مرا نبی ہے

مرا نبی ہے تمام نبیوں میں جو ہے اول
ہے جس کا مسکن دل مدینہ مرا نبی ہے

نقوش پا جس کے پتھروں پر ہوئے ہیں روشن
ہے جس کا خوشبو صفت پسینہ مرا نبی ہے

چمک سے جس کی سخن جہانوں میں ہے اجالا
جو آسمان نوا پہ چمکا مرا نبی ہے

مجیب ہے جس کی یاد ٹھنڈی ہوا کا جھونکا
جو کھول دے شوق کا دریچہ مرا نبی ہے

10

زندگی میں جو اندھیرا تھا وہ کافور ہوا
ایک اک لمحہ مرا نعت سے پرنور ہوا

دشمنی سرورِ دیں کی تھے جو پالے دل میں
ایسے لوگوں سے بہت دور بہت دور ہوا

خاک کوئے شہ کونین بنی جس کی قبا
عشق ہی اس کا سبق عشق ہی دستور ہوا

شہر طیبہ میں رہائش کی جو یہ شرط سنی
مجھ کو رستے میں پڑا رہنا بھی منظور ہوا

یہ تری چشم عنایت کا ہے ادنی اعجاز
صاحبِ عظمت و قدرت ترا مجبور ہوا

یاد سرکار سے سوئی ہوئی قسمت جاگی
مندمل آنکھ جھپکتے مرا ناسور ہوا

نام سرکار کا لے کر جو لبوں پر رکھا
پھل جو کڑوا تھا وہ خوش ذائقہ انگور ہوا

میرے اعمال جہنم کی طرف لے کے چلے
ان کی رحمت کے سبب قابل صد حور ہوا

آئینہ پھینک دیں سرکار تو جڑ جائے مجیبؔ
آئینہ ہاتھ سے میرے جو گرا چور ہوا

11

جو مرے سرکار کے در کا گدا ہو جائے گا
عظمتِ کردار کا وہ آئینہ ہو جائے گا

جس کے دل میں عشقِ شاہ دوسرا کرلے گا گھر
وہ جدھر دیکھے گا دنیا کا بھلا ہو جائے گا

میرے آقا کا کرم ہوگا تو اک دن دل مرا
گنبدِ خضرا کا قربت آشنا ہو جائے گا

جب ہماری ہم سفر یادِ نبی ہو جائے گی
لو کا جھونکا دفعتاً بادِ صبا ہو جائے گا

جب اغثنی یا رسول اللہ گونجے گی صدا
راہبر اک روشنی کا دائرہ ہو جائے گا

جس گھڑی ہوگی مرے آقا کی تشریف آوری
گوشہ گوشہ گھر کا اک دارالشفا ہو جائے گا

مصطفی کے نقش پا ہوجائیں گے اس میں مقیم
تب تو یہ سینہ مرا غار حرا ہو جائے گا

ان کے قد اوران کی قدرت پر اٹھاؤ انگلیاں
دشمنو! روز قیامت فیصلہ ہو جائے گا

ان کی دہلیز مبارک تک پہنچ جانے تو دو
دیکھ لینا قد مرا مینار سا ہو جائے گا

ساری دنیا مان لے گی اس کو اپنا بادشاہ
ہر نفس جس کا غلام مصطفی ہو جائے گا

حرف حق کے واسطے جو مر مٹے گا اے مجیبؔ
خاکِ راہِ تاجدارِ کربلا ہو جائے گا

12

روشنی بخش حوالا ہے شہا نام ترا
میری آنکھوں کا اجالا ہے شہا نام ترا

گل کلی برگ و ثمر، لمحہ و ساعت کا ہے قول
کتنا اچھا ہے نرالا ہے شہا نام ترا

در بہ در جو لیے کشکول پھرا کرتا ہے
دیتا اس کو بھی نوالا ہے شہا نام ترا

ہر طرف پھیل گئی لطف و کرم کی خوشبو
لب سے جب میں نے نکالا ہے شہا نام ترا

سادہ پانی کو بھی تاثیر شفا مل گئی ہے
لکھ کے کاغذ پہ جو ڈالا ہے شہا نام ترا

اب مرے گھر میں اندھیروں کا نہیں ہے مسکن
کس قدر رحمتوں والا ہے شہا نام ترا

خالق ارض و سما ہے وہی رب ہے میرا
اوج پر جس نے اچھالا ہے شہا نام ترا

تیرے صدقے ہی میں ملتا ہے ہمیں دانۂ رزق
جس نے ہم جیسوں کو پالا ، ہے شہا نام ترا

کیوں نہ ہر لمحہ ترا نام پڑھے تیرا مجیبؔ
جس نے ہر غم سے نکالا ، ہے شہا نام ترا

13

بے مثل ہوئے کوچہ و بازار مدینہ
اور گنبد خضرا بنا شہکار مدینہ

دراصل ہے وہ دشمن سرکار دوعالم
جس شخص کے ہونٹوں پہ ہے انکار مدینہ

بے شہپر پرواز کرے گریہ شب و روز
مدت سے مرا دل ہے طلبگار مدینہ

راس آتی نہیں گلشن دیگر کی فضائیں
طائر کو مرے چاہیے گلزار مدینہ

وہ چھوڑ کے جاتا ہے ہمیں ہجر کا موسم
وہ سامنے دیکھو وہ ہیں آثار مدینہ

ایسا نہ ہوں آنکھیں نہ رہیں دید کے قابل
کر مجھ پہ کرم لمحۂ دیدار مدینہ

سرکار بلا لیں گے تجھے اپنی گلی میں
گھبرا نہ بہت اے مرے بیمار مدینہ

لپٹوں گا میں ایسے کہ ہو ممکن نہ چھڑانا
ملنے تو دو مجھ کو در و دیوار مدینہ

لکھوں میں مجیبؔ اتنے مدینے کے قصیدے
کہنے لگے دنیا مجھے فنکار مدینہ

14

چاند جسے کہتے ہیں دریچہ ان کا ہے
دیکھو گھر بھی کتنا اچھا ان کا ہے

دور ہوں لیکن اکثر ہوتا ہے محسوس
سامنے میرے گنبد خضرا ان کا ہے

وہ جو بنالیں مسکن میں بھی سب سے کہوں
میرا دل بھی شہر مدینہ ان کا ہے

ناممکن ہے آئے اس شیشے میں درار
رشتہ بہت مضبوط ہمارا ان کا ہے

الٹے پیروں واپس آجا کچھ بھی نہ سوچ
ڈوبتے سورج دیکھ اشارا ان کا ہے

خشک لبوں کو سیرابی کا مژدہ دو
آب خنک کا بہتا دریا ان کا ہے

باغ سماعت میں ہر جانب شور ہے یہ
پھول کی صورت بولتا لہجہ ان کا ہے

ٹوٹی چٹائی بستر ہے تو کم مت جان
بام فلک پر جانا آنا ان کا ہے

جس کو چاہے فتح و نصرت بخشے مجیبؔ
قوت و طاقت والا منگتا ان کا ہے

15

حسین اتنا زیادہ ہے گنبد خضرا
کہ ہر نظر کی تمنا ہے گنبد خضرا

کرم یہ اس کا ہے جو سامنے نظر کے ہے
ورائے عرش معلی ہے گنبد خضرا

میں اس کو سینے میں محفوظ کرنا چاہتا ہوں
کوئی بتاؤ کہ کیسا ہے گنبد خضرا

قبائے سبز ہر اک دشت بے لباس کو دے
اک ایسا فیض کا دریا ہے گنبد خضرا

مثال جس کی زمانے میں مل نہیں سکتی
بکھیرتا وہ اجالا ہے گنبد خضرا

یونہی تو بکھری نہیں روشنی مرے اطراف
خیال نے ابھی سوچا ہے گنبدِ خضرا

یقیں ہے ہجر کی تاریکیاں مٹیں گی ضرور
افق پہ شوق کے چمکا ہے گنبدِ خضرا

ادب سے دیکھنا لازم ہے دیکھنے والو
نبی کا آئینہ خانہ ہے گنبدِ خضرا

تری سرشت ہے سیراب کرنا پیاسوں کو
مجیبؔ پیاس کا مارا ہے گنبدِ خضرا

16

وہ جو شہر مدینہ ہے
قطرہ وہاں کا دریا ہے

تیرے سوا اے میرے نبی
کون یہاں پر میرا ہے

ان کے گھر کا بچہ بھی
رحم دلی میں یکتا ہے

جس کو زمیں کا تاج کہیں
میرے نبی کا روضہ ہے

ہاتھ مقدر نے چوما
نام جب ان کا لکھا ہے

شہد سے میٹھی ہے گفتار
مشک سے اچھا پسینہ ہے

عرش معلیٰ ہے مسند
رحمت ان کا دوشالا ہے

محو تبسم ہیں آقا
روشن بزم صحابہ ہے

منزل میری ان کی گلی
خوشبو میرا رستہ ہے

میرا تخیل سر کے بل
روز مدینے جاتا ہے

پیکر ان کا پھول عجیبؔ
نقش قدم آئینہ ہے

17

ہمیشہ سیرت سرکار پر نظر رکھیے
خیال و فکر کی شمعوں کو اوج پر رکھیے

ملا ہے گنبد خضرا کی دید کا موقع
نہ بھول کر بھی نگاہیں ادھر ادھر رکھیے

دیار سرور دیں کا ادب ضروری ہے
قدم سنبھال کے اور خوب سوچ کر رکھیے

نبی کا عشق مدینے میں زور دے کے کہے
جہاں قدم کا ہو موقع وہاں پہ سر رکھیے

میں چاہتا ہوں مدینے کی خاک چٹکی بھر
نہ میرے سامنے گنجینۂ گہر رکھیے

دل و نظر کا ضروری ہے با وضو ہونا
جو اپنے گوشۂ دل میں نبی کا در رکھیے

ملے جو وقت مدینہ مدینہ کرنے سے
تو آپ شوق سے کونین کی خبر رکھیے

مدینہ زیست کا حاصل ہے خواہش دل ہے
نظر میں دوسری کیوں منزل سفر رکھیے

مجیبؔ آپ نے صدقے میں جس کے پایا ہے
اسی کریم کے در پر گل ہنر رکھیے

مناقب

دبستانِ عزیزیہ نوابیہ پبلیکیشنز

1

اے بابِ شہرِ علمِ پیمبر ابو تراب
ہے ذات تیری فاتحِ خیبر ابو تراب

ہر اوج تیری گردِ سفر، تیری خاکِ راہ
افلاک سر بہ خم ترے در پر ابو تراب

حسنین تیرے بیٹے ہیں، زوجہ ہیں فاطمہ
ہے کون دہر میں ترا ہمسر ابو تراب

کس واسطے ہو سیلِ حوادث کا مجھ کو خوف
جب نام ہے ترا مجھے ازبر ابو تراب

گھبرا کے پر سمیٹ لے ہٹ جائے اک طرف
دیکھے جو آسماں ترے شہپر ابو تراب

بھیجو مدد کو اپنی توجہ کی ذوالفقار
گھیرے ہے مجھ کو رات کا لشکر ابوتراب

ممکن نہیں کہ سیلِ ستم کے قدم جمیں
تم ہو حسن حسین کا تیور ابوتراب

بس اتنی آرزو ہے تمنا ہے بس یہی
بن جاؤ میرا حرفِ مقدر ابوتراب

مرکز مرے خیال کا ہیں سرورِ امم
اور تو ہے میری فکر کا محور ابوتراب

ہر سنگِ میل پر ہے بخطِ جلی رقم
ہیں کاروانِ وقت کے رہبر ابوتراب

آقائے دو جہاں کی اگر چاہیئے رضا
لکھ لو مجیبؔ صفحۂ دل پر ابوتراب

2

وہ علی تاج مرتضیٰ ان کا
چل رہا ہوں میں راستہ ان کا

نام سنتے ہی کانپ جاتا ہے
پوچھ خیبر سے حوصلہ ان کا

نام لکھا ہوا بہ خط جلی
کوہساروں پہ دیکھنا ان کا

آسماں ان کی خاک پا ہے، تو ہے
عرش اعظم سا مرتبہ ان کا

کھل گئیں جن پہ عظمتیں ان کی
یا علی ورد بن گیا ان کا

رحمت رب دو جہاں ان کی
دست محبوب کبریا ان کا

مجھ کو بھی اپنے ساتھ لیتی چل
چاہیے در مجھے ہوا ان کا

سارے اصحاب تھے علی والے
مانتے سب تھے فیصلہ ان کا

ایک آئینہ ہیں حسن تو مجیبؔ
ہیں حسین ایک آئینہ ان کا

3

ہر چاند ہر ستارے پہ لکھا ہے فاطمہ
گھر ہے علی کا اور اجالا ہے فاطمہ

جاتی نہیں ہیں اس لیے اس گھر سے برکتیں
دہلیز کی جبیں پہ چمکتا ہے فاطمہ

روشن ہیں جس میں صبر و تحمل کے ماہتاب
وہ تیرا بام تیرا دریچہ ہے فاطمہ

تخلیق کائنات ہوئی جس کے نور سے
میرا نبی ہے وہ ترا بابا ہے فاطمہ

دنیا کے مال و زر کی طرف وہ نہ دیکھے گا
مرغوب جس کو بھی ترا صدقہ ہے فاطمہ

جنت کے منظروں کا جہاں پر ہجوم ہے
تیری گلی ہے ، وہ ترا کوچہ ہے فاطمہ

صحرا مرے خیال کے شاداب و سبز ہیں
دریا تری عطاؤں کا بہتا ہے فاطمہ

تیرے کرم کا طائر خوش رنگ ہی تو ہے
جو باغِ آرزو میں چہکتا ہے فاطمہ

جس دل کو عظمتوں کا تری اعتراف ہے
جب بھی وہ دل دھڑکتا ہے کہتا ہے فاطمہ

رہتے ہیں بادشاہ بھی اس کی تلاش میں
قسمت سے جو گدا ترے در کا ہے فاطمہ

اک چشمِ التفات مجیبؔ الحسن پہ بھی
اس کو فقط تمہارا سہارا ہے فاطمہ

4

ملکۂ کن فکاں سیدہ فاطمہ
نازشِ این و آں سیدہ فاطمہ

عزم و ہمت کی جاں سیدہ فاطمہ
ہیں صداقت بیاں سیدہ فاطمہ

سادگی، عاجزی، بندگی سے سجی
ہے تری داستاں سیدہ فاطمہ

رفعتوں کا امیں عظمتوں کا نشاں
آپ کا خانداں سیدہ فاطمہ

تیری خاطر ہے فرشِ عقیدت بچھائے
میرے دل کا مکاں سیدہ فاطمہ

بھیک لینے کو آئیں جہاں رفعتیں
ہے ترا آستاں سیدہ فاطمہ

میری آنکھوں میں پھرتا رہے رات دن
تیرے در کا سماں سیدہ فاطمہ

ہیں نثار آپ کی آل کے نام پر
میرا دل میری جاں سیدہ فاطمہ

کامیابی ہمیشہ قدم چومے گی
رکھیے وردِ زباں ”سیدہ فاطمہ“

تیرے بابا کے رستے کا اُڑتا غبار
انجم و کہکشاں سیدہ فاطمہ

ماسوا تیرے کس کو سنائے مجیبؔ
اپنا دردِ نہاں سیدہ فاطمہ

5

خدا تمہارا تمہارے نبی امام حسن
تمہاری شان بہت ہے بڑی امام حسن

کوئی ہوا کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی
مرے چراغ کو دیں روشنی امام حسن

شجر شعور کا اک روز ہوگا بار آور
عطا کریں گے گل آگہی امام حسن

ترے خیال کا غازہ ہے جس کے چہرے پر
چمک رہی ہے وہی زندگی امام حسن

خدا کا شکر کہ تاریکیوں سے لڑنے کو
تمہاری خاک قدم مل گئی امام حسن

کھلا ہے جب سے کہ تم راہبر ہمارے ہو
جہانِ کفر میں ہے کھلبلی امام حسن

تمہارے ابرِ عنایت کی مہربانی سے
ہماری فصلِ یقیں ہے ہری امام حسن

حسین و زینب و عباس ہیں فدا تم پر
نبی کے لاڈلے جانِ علی امام حسن

کہاں کہاں نہیں ڈھونڈی مگر نہ مل پائی
عطا ہو دولتِ زندہ دلی امام حسن

تمہارے کوچے کے منگتا کا پایئے جو اعزاز
ہے اس کے زیرِ قدم خسروی امام حسن

مجیبؔ ہے ورقِ کائنات پر یہ رقم
ہیں فاطمہ کے چمن کی کلی امام حسن

6

راحت جانِ فاطمہ ہیں حسین
اس لیے عرش مرتبہ ہیں حسین

تیری تائید تیری نصرت کو
ساتھ تیرے شہِ ھدیٰ ہیں حسین

آسمانوں کی حیثیت کیا ہے
تیرے قدموں میں اولیا ہیں حسین

تیری دہلیز عزم و ہمت پر
سر بہ خم سارے سورما ہیں حسین

مل گیا مجھ کو منزلوں کا سراغ
سامنے تیرے نقشِ پا ہیں حسین

دیکھ لو اپنا چہرۂ کردار
صاف و شفاف آئنہ ہیں حسین

کہہ رہا ہے ورق ورق قرآن
وارثِ تاجِ انما ہیں حسین

سرمدیت انہیں کو حاصل ہے
جو ترے نام پر فدا ہیں حسین

مل گئے مجھ کو رحمتوں کے گھر
بالیقیں معدنِ عطا ہیں حسین

فاتحِ ملکِ شام ہیں سجاد
فاتحِ دشتِ کربلا ہیں حسین

کس لیے خوف کوئے وحشت کا
اے مجیبؔ اپنے پیشوا ہیں حسین

7

ہوا تیرا اشارہ غوث اعظم
بنا ہر کام اپنا غوث اعظم

وہ دریا ہے ترے جود و عطا کا
نہیں جس کا کنارہ غوث اعظم

ہیں ناہموار رستے اور میں ہوں
مجھے دینا سہارا غوث اعظم

جہاں پر رحمتیں ہی رحمتیں ہیں
تمہارا ہے دریچہ غوث اعظم

غموں کی دھوپ سے محفوظ رکھے
ترے پرچم کا سایہ غوث اعظم

کہوں میں رات اگر اپنی گلی کو
ترا در ہے سویرا غوث اعظم

سرِ محشر جو چلنا سوئے جنت
مجھے بھی یاد رکھنا غوث اعظم

تمہارے تذکرے اور ذکر سے ہے
مرے گھر میں اجالا غوث اعظم

مہ و انجم کو کسبِ فیض کرتے
ترے کوچے میں پایا غوث اعظم

علی و فاطمہ کا مصطفٰے کا
ہمیں بھی دے دو صدقہ غوث اعظم

مجیبؔ بے نوا بھی چاہتا ہے
ترے در پر پہنچنا غوث اعظم

منقبت خواجہ اجمیر

8

ہوں ترے در کا بھکاری ترا منگتا خواجہ
ہو عطا مجھ کو بھی حسنین کا صدقہ خواجہ

ایک مدت سے اجالے نہیں آئے مجھ تک
کھول دے میری طرف اپنا دریچہ خواجہ

گھر سے نکلا ہوں میں، اجمیر کی جانب رخ ہے
تیرا در چوم لوں بس یہ ہے تمنا خواجہ

روشنی تاکہ مجھے چھوڑ کے جائے نہ کبھی
میرے سینے پہ بنا نقش کف پا خواجہ

منزل قبر ہو یا حشر ہو یا دنیا ہو
مجھ کو تنہا نہ کہیں چھوڑے گا میرا خواجہ

یاد آنے لگیں طیبہ کی بہاریں مجھ کو
تیرا کوچہ تو لگے باب مدینہ خواجہ

ہے مرے دل کی تمنا مری چاہت کا گلاب
مرکز اہل نظر ہند کا راجا خواجہ

تیرے اکرام کے سائے میں ہی رہتا ہوں مگر
چاہیے تیرا کرم اور زیادہ خواجہ

ایک دیوانہ ترا ہے جسے کہتے ہیں مجیبؔ
اور کچھ کہتا نہیں رٹتا ہے خواجہ خواجہ

منقبت حضرت خواجہ حسن علیہ الرحمہ

9

تاجدار اولیا خواجہ حسن
جانشین بوالعلیٰ خواجہ حسن

وقف ہو جائیں تری توصیف میں
یہ مرے حرف و نوا خواجہ حسن

سہل ہے یوں جادۂ عشق و وفا
ہیں ہمارے رہنما خواجہ حسن

اس لیے یہ مرکز انوار ہے
گھر میں ہیں جلوہ نما خواجہ حسن

تجھ سے ہے مہکا ہوا کوئے نفس
اے گل باغ ادا خواجہ حسن

تم اگر چاہو بنادو آن میں
خاک کو بھی کیمیا خواجہ حسن

دل سے جب پوچھا کہ تجھ میں کون ہے
اس نے فوراً کہہ دیا خواجہ حسن

تیری مدحت میں رہیں رطب اللساں
بوئے گل ، موج صبا خواجہ حسن

تیرے کوچے میں کروں آکر ادا
زندگی بھر کی قضا خواجہ حسن

میری جانب بھی نگاہ التفات
اے شہ جود و سخا خواجہ حسن

مانگتا ہے تجھ سے یہ تیرا مجیبؔ
دولت کردار یا خواجہ حسن

10

جو تمہارے ہیں حضرتِ نوّاب
وہ ہمارے ہیں حضرتِ نوّاب

میری نظروں میں آپ کے در کے
چاند تارے ہیں حضرتِ نوّاب

پھول تیرے حسیں تبسم کے
استعارے ہیں حضرتِ نوّاب

کیا کہوں کیسے تیرے در سے دور
دن گزارے ہیں حضرتِ نوّاب

تیرے بامِ جمال پر صدقے
سب نظارے ہیں حضرتِ نوّاب

اے مری موج اُدھر مجھے لے چل
جس کنارے ہیں حضرتِ نوّاب

تیرے در سے عطا و بخشش کے
پھوٹے دھارے ہیں حضرتِ نوّاب

تیرے کوچے کے سنگ ریزے بھی
ماہ پارے ہیں حضرتِ نوّاب

گھر سکوں کا جلانے کو تیار
غم شرارے ہیں حضرتِ نوّاب

آپ کے در پہ دامن امید
ہم پسارے ہیں حضرتِ نوّاب

مہرباں آپ کی نگاہوں کے
سب اشارے ہیں حضرتِ نوّاب

خواب کہتے ہیں دیکھ کر تم کو
کتنے پیارے ہیں حضرتِ نوّاب

سارے جذبے مجیبؔ نے اپنے
تجھ پہ وارے ہیں حضرتِ نوّاب

11

مظہر شان مصطفیٰ ہیں آپ
شاہ نواب حق نما ہیں آپ

آپ کا خُلق یہ بتاتا ہے
گل گلزار فاطمہ ہیں آپ

کیوں کسی اور سے سوال کروں
میرے ہر درد کی دوا ہیں آپ

جس کو میں روز لکھتا رہتا ہوں
وہ مرا حرف مدعا ہیں آپ

آپ کی گفتگو سے ظاہر ہے
وارث علم مرتضیٰ ہیں آپ

کس لیے خوف سیل غم ہو مجھے
میری کشتی کے ناخدا ہیں آپ

غوث و خواجہ کی آنکھ کا تارا
نور عینین بوالعلی ہیں آپ

ہر ضرورت پہ کام آتے ہیں
کیوں ڈروں، میرا آسرا ہیں آپ

ہے مجیبؔ الحسن کے دل کی صدا
حرف میرے مری نوا ہیں آپ

غزلیات

دبستانِ عزیزیہ نوابیہ
پبلیکیشنز

1

جگمگاتی ہے زندگی کیسے
آئی زنداں میں روشنی کیسے

ذہن میں بات جو نہیں آئی
اس کی منظر کشی ہوئی کیسے

ناؤ ڈوبی ہوئی تعلق کی
ساحل جاں سے آ لگی کیسے

کس نظارے نے کر دیا ششدر
رہ گئی آنکھ ادھ کھلی کیسے

شور کرتا رہا ندی کا بہاؤ
رات پھر کرتی شاعری کیسے

اس طرف تو کوئی نہیں آتا
ہے یہاں پر ہماہمی کیسے

خاک زادہ ہوں خاک ہوں ، لاؤں
لب پہ حرف قد آوری کیسے

کیا کوئی کارواں رکا تھا یہاں
ہر طرف راکھ ہے پڑی کیسے

یہ دسمبر کی سرد رات مجیبؔ
ہے یہ کھڑکی کھلی ہوئی کیسے

2

آندھیوں سے ہیں رابطے اس کے
جل رہے ہیں سبھی دیئے اس کے

خوشبوئیں کر رہی ہیں اس کا طواف
باغ سب ہیں ہرے بھرے اس کے

وہ سراپا ہے آفتابِ جمال
کون ٹھہرے گا سامنے اس کے

مجھ سے پہچانتے ہیں لوگ اس کو
عکس میرے ہیں آئینے اس کے

میں کتاب اس کی زندگی کی ہوں
مجھ میں روشن ہیں حاشیے اس کے

شب کے زنداں میں قید ہے وہ مگر
ہیں اجالوں سے رابطے اس کے

اس کے ہر زاویئے سے واقف ہوں
میں نے کھینچے ہیں زائچے اس کے

آج تک نام دے سکا نہ کوئی
ہیں تعلق عجب مرے اس کے

بخشتی ہیں سرور مجھ کو مجیبؔ
اس کی غزلیں ترائیلے اس کے

3

ٹھٹھک گیا مہ نو جھیل میں اترتے ہوئے
تو ہم نے دیکھا ہے آب رواں ٹھہرتے ہوئے

قصیدہ گوئی خد و خال کی نظارے کریں
وہ آئینے سے کرے گفتگو سنورتے ہوئے

نہ ارد گرد کا کچھ ہوش تھا نہ خود اپنا
عجیب حال تھا خوشبو سے بات کرتے ہوئے

پھر اس کے بعد سمٹنے کی آرزو نہ رہی
کچھ ایسا لطف ملا ٹوٹتے بکھرتے ہوئے

میں اپنا حال چھپانے میں کامیاب رہا
نہ دیکھ پایا وہ آنکھوں میں اشک بھرتے ہوئے

زمیں پہ جس کی کوئی قدر تھی نہ عزت تھی
ملا تھا وادیِ افلاک سے گزرتے ہوئے

زباں سے کچھ نہ کہا مسکرا کے دیکھ لیا
مجیبؔ سے جو کیا اک سوال ڈرتے ہوئے

4

غم کی گھڑی مختصر نہ ہوگی
اس رات کی کیا سحر نہ ہوگی

وہ تو رگ جاں سے بھی ہے نزدیک
کیا میری اسے خبر نہ ہوگی

بے وزن جو گفتگو کروگے
اک بات بھی معتبر نہ ہوگی

قدرت کا ہے کارخانہ دنیا
اک چیز ادھر ادھر نہ ہوگی

اس پار کا حال پوچھ مجھ سے
اس پار تری نظر نہ ہوگی

مانا کہ وہ بام پر نہ ہوگا
کیا دھوپ بھی بام پر نہ ہوگی

تم جتنا بھی چاہو زہر ڈالو
دھرتی کبھی بے شجر نہ ہوگی

ہمراہ جو حوصلے نہ ہوں گے
آسائش ہم سفر نہ ہوگی

منزل سے جو ہو گئے ہم آغوش
پھر خواہش بال و پر نہ ہوگی

پیاسی ہی رہے گی دل کی وادی
کیا بارش رات بھر نہ ہوگی

سینے میں ہوگا جس کے پتھر
وہ آنکھ مجیبؔ تر نہ ہوگی

5

یہ کیسا دور یہ کیسی صدی ہے
جدھر دیکھو ہجوم بے دلی ہے

بس اتنی سی ہماری زندگی ہے
سویرا آ گیا ، رات آ رہی ہے

وہی شب ہے وہی بارہ دری ہے
چلا آ تو کہ بس تیری کمی ہے

چراغوں نے نہ جانے کہہ دیا کیا
ہوا دہلیز پر ٹھہری ہوئی ہے

سحر دم قتل ہو جائے گا سورج
تبھی یہ رات بھی سہمی ہوئی ہے

چلو اس پیڑ کے نزدیک دیکھو
مہک سی کچھ لہو کی آ رہی ہے

ترے چہرے کی نزہت دیکھ لی کیا
شگفتہ کیوں چمن کی ہر کلی ہے

یہ آخر کیا ہوا ہے روشنی کو
نہ جانے کس لیے سہمی ہوئی ہے

ابھی سیراب ہو جائیں گے ہم لوگ
وہ دیکھو سامنے بہتی ندی ہے

کوئی گھر چھوڑ کر ہے جانے والا
دریچے سے اداسی جھانکتی ہے

جسے دیکھو وہی ہے سہا سہا
یہ کیسا پل ہے یہ کیسی گھڑی ہے

ستارے دم بخود ہیں چاند خاموش
سہانی رات رخصت ہو رہی ہے

جہاں چھڑتے تھے خوشیوں کے ترانے
مجیبؔ اس گھر پہ قابض خامشی ہے

6

سنگ پیکر ہیں راستے میرے
ٹوٹ سکتے ہیں آئینے میرے

آسماں تجھ کو ہے خبر کہ نہیں
تجھ سے ملتے ہیں سلسلے میرے

میری ہر شام اس سے ہے منسوب
نام اس کے ہیں رتجگے میرے

آج نکلی نہیں ہوا گھر سے
بجھ گیے کس طرح دیے میرے

میرے پیچھے نہ آ خدا کے لیے
سخت مشکل ہیں راستے میرے

میرے باغوں کی سیر کے لیے آ
پیڑ سب ہیں ہرے بھرے میرے

آندھیو ! کیوں عبث پریشاں ہو
رک نہیں سکتے قافلے میرے

کھول کر دیکھ لے کتاب اپنی
ہر ورق پر ہیں حاشیے میرے

دشتِ جاں بات کیوں بڑھاتا ہے
چل ، ندی تیری ، بلبلے میرے

پیچ در پیچ رکھتے ہیں مفہوم
سیدھے سیدھے بیانیے میرے

میرے اچھے برے کا ساتھی ہے
رابطے ہیں مجیبؐ سے میرے

7

دیکھ تاریخ کے خزانے میں
ہے مرا ذکر ہر زمانے میں

یوں بھی عمریں قلیل ہوتی ہیں
کیوں گنواتے ہو آزمانے میں

اس کی قسطیں چکانی پڑتی ہیں
کچھ نہیں لگتا دل لگانے میں

ایک لمحے میں کھو نہ دینا اسے
لگ گئی عمر جس کو پانے میں

ڈال دیں گے خلوص کی چادر
اور کیا ہے غریب خانے میں

غم نہ کیجے کہ ہم تو ہیں مشہور
جان کر بھی فریب کھانے میں

تھک گئے آگہی کے ہاتھ مجیبؔ
سنگ کو آئینہ بنانے میں

8

رائگاں عشق کا انجام کہاں ہوتا ہے
اب مرا غم ترے چہرے سے عیاں ہوتا ہے

آج منہ موڑ کے جانے لگیں یادیں اس کی
آج تاراج مرا کوچۂ جاں ہوتا ہے

گردشِ وقت ! غلط نکلا ترا اندازہ
ٹھوکریں کھا کے مرا عزم جواں ہوتا ہے

ٹیس جب دل میں ابھرتی ہے تری یادوں کی
تب کہیں اپنے بھی ہونے کا گماں ہوتا ہے

اے فلک کیا مجھے دکھلاتا ہے تو چاند اپنا
اس سے روشن تو مرے دل کا دھواں ہوتا ہے

ایسا طوفانِ بلا خیز ہے اس کا انداز
بے طناب آج مرا خیمۂ جاں ہوتا ہے

کس لیے محوِ سماعت ہیں فلک والے مجیبؔ
کون گویا یہ سرِ نوکِ سناں ہوتا ہے

9

فتح پانے کی نئی راہ نکالی اس نے
"میرا سر مانگ لیا بن کے سوالی اس نے"

اپنی ہی ذات کے گلشن میں کیا آ کے قیام
بھول کر وادیِ کشمیر و منالی اس نے

قرب مانگا تو دیا ، ہجر جو مانگا تو دیا
جو کہا میں نے کوئی بات نہ ٹالی اس نے

میں سمجھتا تھا یونہی ہوگا ہنر اس کا مگر
بے مثالی کی بھی تصویر بنا لی اس نے

سنگ زادوں میں شب و روز تھے اس کے لیکن
زندگی پھول کے پیرائے میں ڈھالی اس نے

بعد مدت کے ہوا سامنا اس سے جو مرا
دوسری سمت نظر اپنی گھما لی اس نے

دوبدو جب میں ہوا ذلت و رسوائی سے
کی عطا منصب عزت پہ بحالی اس نے

اس قدر سادہ طبیعت ہے مرا یار کہ بس
جو چھپانی تھی وہی بات اچھالی اس نے

جانے کس منظرِ صد رنگ میں گم تھا وہ مجیبؔ
کوئی شے دیکھی نہیں دیکھنے والی اس نے

10

آئنہ عہدِ گذشتہ کا بچا رہ گیا ہے
طاقِ نسیاں پہ ابھی ایک دیا رہ گیا ہے

کھڑکیاں سو گئیں، خاموش ہوئے سارے چراغ
اک دریچہ مگر اس گھر کا کھلا رہ گیا ہے

اے ہوا اب تو نہ کر آگ اگلنے کا عمل
شاخ پر بس یہی اک پتہ ہرا رہ گیا ہے

کہیں ٹھوکر سے کوئی زخم نہ آجائے تجھے
دل ہمارا ترے قدموں میں پڑا رہ گیا ہے

اب ہے دریا میں کوئی شور نہ ہلچل کوئی
ہو کے خاموش مرا سنگِ نوا رہ گیا ہے

کس لیے آئی ہے تو اجڑے ہوئے گلشن میں
اب بھی کچھ کہنے کو کیا بادِ صبا رہ گیا ہے؟

ذکر آجاتا ہے رسماً سرِ محفل اکثر
اب ترا نام فقط خوفِ خدا رہ گیا ہے

ایسا لگتا ہے کہ کچھ موڑ ہیں باقی غم کے
اٹھتے اٹھتے جو مرا دستِ دعا رہ گیا ہے

اے ہوا راستہ دے اس کو نکلنے کے لیے
بجھ گئی آگ، دھواں گھر میں بھرا رہ گیا ہے

کس لیے ضد کیے ہے چھوڑ کے جانے کی مجھے
خامشی! تیرے سوا پاس میں کیا رہ گیا ہے

اس کے چہرے پہ چمک ہے نہ کوئی رنگ مجیبؔ
ہاں ہتھیلی پہ مگر رنگِ حنا رہ گیا ہے

11

موسمِ گل نہ بہاروں کا سخن یاد آئے
مجھ کو اے ماہ ترے رخ کی پھبن یاد آئے

سیرِ گلشن کے لیے وہ نہ کہیں نکلے ہوں
کس لیے آج مجھے سرو و سمن یاد آئے

جب شفق دیکھوں تو یاد آتے ہیں عارض اس کے
چاند کو دیکھتے ہی اس کا بدن یاد آئے

بجھ گیا دل بھی مرے گھر کے چراغوں کی طرح
خاک ایسے میں کوئی غنچہ دہن یاد آئے

زندگی آئے جو پھولوں کا تبسم دیکھوں
خاک اڑتی ہوئی دیکھوں تو کفن یاد آئے

پھر ترے لوٹ کے جانے کا سماں یاد آیا
پھر مجھے سلسلۂ رنج و محن یاد آئے

جب کوئی روزنِ دیوار نظر سے گزرے
مجھ کو زندان تمنا کی کرن یاد آئے

تو مرے ساتھ ہے، رکھتی ہے مرا اتنا خیال
اے غریب الوطنی ! کیسے وطن یاد آئے

جن سے وابستہ مرا دستِ تعلق تھا مجیبؔ
دشت میں بھرتے کلیلیں وہ ہرن یاد آئے

12

منہ دیکھا کیے ہم آئنے کا
حاصل ہے یہی تو رتجگے کا

آئیں جو پہاڑ بھی تو کیا غم
راہی ہوں ہوا کے راستے کا

دل ہے مرا خانقاہ میری
میں میر ہوں اپنے سلسلے کا

کیا اب ہے ہنروری میں رکھا
یہ دور ہے دُھن کا ، اور گلے کا!

بیٹھے ہیں سراب ہر قدم پر
ممکن نہیں بچنا قافلے کا

ہیں ساری جہات دسترس میں
بیکار ہے ذکر فاصلے کا

خود میں تو نہیں ہے کچھ اندھیرا
گھر جھانک رہا ہے دوسرے کا

دیوارِ انا گرے گی کیسے
حل کوئی نکالو مسئلے کا

ہو جائیں جدا تو مر ہی جائیں
رشتہ ہے لَووں سے کیا دیے کا

کہنا تو بہت میں چاہتا ہوں
دامن ہے تنگ قافیے کا

اشعار مجیبؔ پڑھ کے دیکھو
ماہر ہوں ہر ایک زاویے کا

13

جب تلک عشق کا افسانہ مکمل ہوگا
ایک طوفان بپا ذہن میں ہر پل ہوگا

دل دھڑکنے کی صدا اتنی کہاں ہوتی ہے
پاس ہی شور مچاتا کوئی پاگل ہوگا

اتنا آسان نہیں دشت تمنا کا سفر
کہیں دریا تو کوئی راستہ دلدل ہوگا

تشنگی دشت کی صورت ہے لبوں پر بیٹھی
کب ترا ہاتھ مرے واسطے چھاگل ہوگا

منزل درد سے بھی ہوگا گزرنا تجھ کو
تب کہیں جا کے ترا آئینہ صیقل ہوگا

آخری سنگ مسافت ہے کہاں کیا معلوم
کیا خبر کب یہ سفر اپنا مکمل ہوگا

دل یہ کہتا ہے چلو دیکھ ہی آئیں چل کر
عقل کہتی ہے کہ دروازہ مقفل ہوگا

اِس طرف کھل کے برستا ہے بہت ابرِ خیال
چند لمحوں میں علاقہ مرا جل تھل ہوگا

چاہتے ہی نہیں ابلیسِ سیاست کے مجیبؔ
مسئلہ کیسے تعصب کا یہاں حل ہوگا

14

ہم سفر اب مرے پہلو میں مرا دل نہ رہا
جس میں تو گرمِ سفر تھا وہی محمل نہ رہا

کس کی امید پہ لڑتا پھروں طوفانوں سے
منتظر اب مرا کوئی لبِ ساحل نہ رہا

جس پہ مر مر کے ہمیں ڈھنگ سے جینا آیا
کیا کریں اب سرِ مقتل وہی قاتل نہ رہا

اب خیالات کی محفل بھی نہیں سج پاتی
دلِ تنہا میں کوئی رونق محفل نہ رہا

جاں بلب یوں بھی مجھے ہجر نے کر ڈالا ہے
اے مری موت ترا کام بھی مشکل نہ رہا

آج کے دور میں اپنوں سے شکایت کیسی
ساتھ اپنا بھی وفا میں ہمیں حاصل نہ رہا

ناز و انداز میں ہے نخوت و پندار کی بو
شاید آئینہ کوئی اس کے مقابل نہ رہا

بیوفا ! کتنا وفا دار رہا تیرا خیال
ایک لمحہ بھی مرے حال سے غافل نہ رہا

جو ترے حسن کا منکر تھا وہ مضمون کبھی
میرے افکار کے عنوان میں شامل نہ رہا

دھڑکنوں میں نہ کوئی کیف، نہ ہلچل ہے عجیب
طرزِ اول کی روش پر دلِ بسمل نہ رہا

15

تو اگر ہم سفر نہیں ہوتا
راستہ مختصر نہیں ہوتا

ہو نہ جاتے جو بے نشاں آنگن
گھر کوئی بے شجر نہیں ہوتا

عشق کرتا اگر نہ دیوانہ
پھرتا وہ در بہ در نہیں ہوتا

قینچیوں سے جو دوریاں رکھتے
کوئی بے بال و پر نہیں ہوتا

اس کی یادوں کی اک کرن تھی بہت
اک دیا بھی اگر نہیں ہوتا

جستجو راستہ نکالتی ہے
نقش پا راہ بر نہیں ہوتا

رات تنہا گزر نہیں پاتی
جو یہاں یہ کھنڈر نہیں ہوتا

بے تناسب زمین ہو جاتی
یہ سمندر اگر نہیں ہوتا

بے سکونی مخل نہ ہوتی مجیبؔ
میرے گھر میں جو در نہیں ہوتا

16

دنیا کے امیروں سے قلندر نہیں ملتا
ملنا بھی جو پڑ جائے تو جھک کر نہیں ملتا

برسے گا کہ ترسا کے چلا جائے گا واپس
کیا بات ہے کیوں ابر کا تیور نہیں ملتا

لگتا ہی نہیں آج کوئی مجھ سے ملا ہے
جب تک کہ کوئی قد کے برابر نہیں ملتا

ہجرت جو میں کرتا ہوں تو اس کا ہے سبب یہ
اس شہر میں میرا کوئی ہمسر نہیں ملتا

ہر وقت تجسس میں پھرا کرتی ہیں آنکھیں
ملتے ہیں مکاں لاکھوں مگر گھر نہیں ملتا

ٹھوکر میں جو آیا تو نہ دیکھا تھا پلٹ کر
اب لوٹ کے آیا ہوں تو پتھر نہیں ملتا

ہر موڑ پہ پہلے تھیں رفوگر کی دکانیں
اب چاک تو ملتے ہیں رفوگر نہیں ملتا

دامان شکستہ سے پشیمان بہت ہوں
پھرتا ہوں پریشان رفوگر نہیں ملتا

سب آنکھوں سے میں پوچھ کے تھک ہار چکا ہوں
مدت سے مرا کھویا سمندر نہیں ملتا

پائی ہے عجب طرح کی اس گل نے طبیعت
ملتا ہے مگر جسم سے باہر نہیں ملتا

اب کون مجیبؔ اپنی خبر لے کے وہاں جائے
پیغام رساں کوئی کبوتر نہیں ملتا

17

سنبھالتا ہے ترا دست معتبر مجھ کو
تو کس لیے ہو کوئی خوف یا خطر مجھ کو

بس ایک بار تری جستجو میں نکلا تھا
پھر اس کے بعد نہ اپنی ملی خبر مجھ کو

وہ اک مکان جو پرچھائیوں کا مسکن ہے
وہی بلاتا ہے مدت سے رات بھر مجھ کو

کھلا یہی کہ ہے وہ زرد موسموں کا نقیب
جو لگ رہا تھا بہاروں کا نامہ بر مجھ کو

نہ جانے کب سے کھڑا ہوں خرد کی سرحد پر
ہوائے کوئے جنوں آ شکار کر مجھ کو

کچھ انتظام نئے بال و پر کا ہو جائے
دگر جہان کا درپیش ہے سفر مجھ کو

سنوارنے میں لگا تھا میں جس کے شام و سحر
سمجھ رہا تھا وہی شخص بے ہنر مجھ کو

ہوائے صبح ہے یا ہے شمیم جاں افروز
جگانے آتا ہے کوئی دم سحر مجھ کو

یہ سوچتا ہوں کہ صحرا کو اپنا گھر کر لوں
کہ راس آ نہ سکے اپنے بام و در مجھ کو

نظر جھکا کے مجھے ڈھونڈ اپنے پیکر میں
تلاش کرتا ہے کیوں تو ادھر ادھر مجھ کو

مجھے تلاش تھی جس کی وہی ملا نہ مجیبؔ
قدم قدم پہ ملے یوں تو دیدہ ور مجھ کو

18

نگاہ اپنی سرِ رہ گزر نہیں رکھتا
سفر وہ رکھتا ہے شوقِ سفر نہیں رکھتا

مقیم بے در و دیوار کے مکان میں ہوں
کہ در کے واسطے زنجیرِ در نہیں رکھتا

عبث کرید رہی ہیں ہوائیں برسوں سے
نہاں وہ راکھ میں اپنی شرر نہیں رکھتا

تمیز اچھے برے کی اسے نہیں بالکل
وہ آنکھ رکھتا ہے لیکن نظر نہیں رکھتا

نگاہ راہ گزر پر جمائے رکھتا ہے
مگر چراغ وہ دہلیز پر نہیں رکھتا

اگرچہ ہوتی نہیں اس سے گفتگو میری
کسی بھی حال سے وہ بے خبر نہیں رکھتا

کوئی کرن بھی اب امید کی نہیں باقی
اب انتظار کا شعلہ کھنڈر نہیں رکھتا

کوئی بھی اس کی طرف اس لیے نہیں جاتا
کہ اب وہ پہلا سا سایہ شجر نہیں رکھتا

خدا عروج کے در کھولتا ہے سب کے لیے
کسی پرندے کو بے بال و پر نہیں رکھتا

بہت تلاش بہت جستجو کے بعد کھلا
کوئی بھی ریت کا دریا گہر نہیں رکھتا

مجیبؔ اس لیے راحت کی سانس آتی نہیں
میں اک مکان میں رہتا ہوں گھر نہیں رکھتا

19

اس سمت تو ماحول ہے پہلے سے ہی بگڑا ہوا
اے آتشیں طوفان تیرا کیوں ادھر آنا ہوا

وعدہ تھا اس کا وہ نہ آیا ہاں مگر ایسا ہوا
اک پھول ساحل پر نظر آیا مجھے رکھا ہوا

کس نے قدم رکھے یہاں کس کا ادھر پھیرا ہوا
خوشبو سے کس کے جسم کی گھر ہے مرا مہکا ہوا

اک ابر کے ٹکڑے نے میرے سر پہ کھینچا سائباں
جب دھوپ کے سفاک صحرا سے گزر میرا ہوا

کانٹوں کی صورت پھول بھی پیتے ہیں اس جانب لہو
کوئی نہیں ہے ساتھ میرے یہ بہت اچھا ہوا

خالی پڑا ہے اک زمانے سے یہ گھر لیکن مجھے
محسوس ہوتا ہے دریچے میں کوئی بیٹھا ہوا

پانی کا اک قطرہ نہ تھا موجیں نہ تھیں ساحل نہ تھا
دیکھا ہے میں نے دشت میں دریا عجب بہتا ہوا

کل میرے کمرے میں کوئی تھا اور بھی میرے سوا
میں نے جو پوچھا کون ہے پرشور سناٹا ہوا

یہ دیکھتا میں آرہا ہوں ایک مدت سے مجیبؔ
آواز جب میں نے لگائی بند دروازہ ہوا

20

دہلیز نہ دالان نہ دیوار نہ در ہے
کیا ہوگا کوئی دوسرا جیسا مرا گھر ہے

مشکل سے الجھنا مری فطرت کا ہے جوہر
آسان سی اک راہ گزر پیش نظر ہے

آغوش میں اپنی ہے سمیٹے ہوئے مجھ کو
دیکھو تو ذرا ، دھوپ اِدھر ہے نہ اُدھر ہے

یہ بند اگر ٹوٹ گیا کچھ نہ بچے گا
طوفان بلاخیز پس دیدۂ تر ہے

صد شکر کہ میں غیر کا محتاج نہیں ہوں
صد شکر مرے پاس مرا دست ہنر ہے

ممکن نہیں منزل سے ہم آغوش وہ ہو پائے
جذبہ ہے نہ ہمراہ کوئی زادِ سفر ہے

کس سمت نکل آیا خیالات میں کھو کر
سوکھا ہوا وہ پیڑ نہ یادوں کا کھنڈر ہے

مدت سے ہیں مصروفِ دعا لوگ یہاں کے
لہجے میں نہ رقت ہے نہ آہوں میں اثر ہے

کوئی بھی نشاں جس کا مجیبؔ اب نہیں باقی
آنکھوں میں بسا میری وہی بوڑھا شجر ہے

21

کالی ہوا چلی گئی رنگ زیاں اچھال کے
میرے دیار میں گلو! رکھنا قدم سنبھال کے

بادِ سحر خموش تھی جاگتی تھیں سماعتیں
میرے لبوں پہ رقص میں حرف تھے عرضِ حال کے

چشم دریچے شوق کے بند کیے گئے سبھی
اور ہٹا دئیے گئے پردے درِ خیال کے

موجِ شمیم اس لیے چوم رہی ہے گردِ راہ
وہ بھی مسافروں میں ہے قافلۂ جمال کے

آخری حد نہیں ہے دور اب نہ بہت کرے غرور
ظلم کو دے دو یہ خبر آ گئے دن زوال کے

کوئی زمیں ہو کوئی بحر جیسے نکالتا ہوں میں
کوئی دکھائے تو مجھے شعر نئے نکال کے

جانا جو چاہتا ہے تو کوئے یقین کی طرف
راستے پہلے بند کر کوچۂ احتمال کے

ایک سوال سے مرے ہو گئے لاجواب سب
کوئی جواب دیتا کیا، رخ تھے کئی سوال کے

کوئی بھی نقش زندگی مجھ سے نہاں نہ رہ سکا
میری نظر میں ہیں مجیبؔ آئینے ماہ و سال کے

22

جانے کیا ہے یہ آئینے جیسا
اس میں روشن ہے کیا دیے جیسا

دشت جاں میں الاؤ روشن ہیں
کوئی مجمع ہے قافلے جیسا

رات سوتے ہوئے گزر جائے
ہو مگر حال رتجگے جیسا

دوسرے پر ترا گماں گزرے؟
عکس پایا نہیں ترے جیسا

مدتوں سے پڑا ہوا ہے وہ
صفحہ دل پہ حاشیے جیسا

ایک منظر ہے یاد میں محفوظ
اب بھی محسوس ہو نئے جیسا

لطف ویسا نہ پا سکوں گا کہیں
تیری تصویر سے ملے جیسا

میں ہوں دریا کے اس طرف موجود
کون اس پار ہے مرے جیسا

گر کے مرجانا راستے میں مجیب
اب کہاں ہے یہ سانحے جیسا

23

قبائے حسن کیے زیب تن شکاری ہے
ہر اک شکار پہ اک بے خودی سی طاری ہے

ذرا سی آڑ ہوئی ہنسنے مسکرانے لگے
یہ گریہ گریہ نہیں رسم اشکباری ہے

غرور و فخر سے میں دور دور رہتا ہوں
خدا کا شکر مرا وصف انکساری ہے

لہولہان ہیں نزدیک و دور کے منظر
رگوں کے ساتھ میں خنجر کا کھیل جاری ہے

تری شکست یقینی ہے تیرگی کے نقیب
جہاں میں بکھری ہوئی روشنی ہماری ہے

نہیں ہے سہل پسندی مری طبیعت میں
جنوں ہے شان مری، مشکلوں سے یاری ہے

یہی ہے میری عبادت یہی مرے شب و روز
ترے خیال میں ہی زندگی گزاری ہے

سوال ہی نہیں کشت ہنر ہری نہ رہے
خدا کا ابر کرم کرتا آبیاری ہے

حد نگاہ میں شادابیاں ہیں بکھری مجیبؔ
کہ میرے ہاتھ میں آئینۂ بہاری ہے

24

جانا زمین میں ہے نکلنا زمین سے
رشتہ ہمارا کتنا ہے پختہ زمین سے

ہم کو بھی رزق بننا ہے اک دن زمین کا
ممکن نہیں ہے بچنا ہمارا زمین سے

احسان مانتے نہیں پھر بھی زمین کا
ملتا ہے ہم کو سارا خزانہ زمین سے

جب ہم کھلی فضاؤں میں پہنچے ہیں شہر سے
دیکھا ہے آسمان کا ملنا زمین سے

کیوں جسم میرا چھوڑ کے باہر یہ آگیا
لپٹا ہوا ہے کس لیے سایہ زمین سے

ہم بھی وہیں مکان بنائیں وہیں رہیں
نکلا ہے ایک شہر پرانا زمین سے

مدفون جس میں عکس ہیں گم گشتہ وقت کے
نکلے گا پھر وہ آئینہ خانہ زمین سے

تکتا نہیں ہے اوج فلک کی طرف کبھی
کرتا ہے بات میرا دریچہ زمین سے

حاصل جمال و حسن بھی کرتا رہے مجیبؔ
لیتا ہے اپنا رزق بھی دریا زمین سے

25

اپنی انا کے سر کو کچلنے نہیں دیا
ہم نے کسی کو آگے نکلنے نہیں دیا

دیوار و در خلوص کے پھولوں سے تھے سجے
سانپوں کو گھر میں زہر اگلنے نہیں دیا

حاصل کیا زمانے سے حق اپنا چھین کر
ناسورِ غم کا سینے میں پلنے نہیں دیا

پیچیدہ راستہ کیا یوں ہم نے اختیار
رستے پہ سیدھے وقت نے چلنے نہیں دیا

ہم نے چلایا وقت کو اپنے حساب سے
سورج نے ڈھلنا چاہا تو ڈھلنے نہیں دیا

ان کسبیوں سے ہاتھ ملایا نہیں کبھی
بیکار خواہشوں کو مچلنے نہیں دیا

اک بار تو فریب میں میں آگیا مجیبؔ
دوبارہ دشمنوں کو سنبھلنے نہیں دیا

26

ہر فصیلِ راہ کو زیر و زبر کرتے ہوئے
میں یہاں پہنچا ہوں قرنوں کا سفر کرتے ہوئے

تشنگی اب تک نہ سیرابی کی منزل پا سکی
زندگی گزری طوافِ بام و در کرتے ہوئے

بول اے بادِ خزاں کیوں آ گیا اتنا جلال
کچھ نہ سوچا باغ کو زیر و زبر کرتے ہوئے

جسم سارا بن گیا خونیں قبا کا آئینہ
خارزارِ زندگی کو رہ گزر کرتے ہوئے

کتنے موسم کتنے روز و شب لہو کرنے پڑے
نخلِ جاں کو حاملِ برگ و ثمر کرتے ہوئے

ایک لمحہ بھی نہیں لگتا گلوں کی شاخ کو
پھول سے الفاظ کو نذرِ شرر کرتے ہوئے

آسماں چھونے کی لالچ میں زمیں پر آ گئے
جوش مارا خون نے کہسار سر کرتے ہوئے

نقشِ پا چھوڑے تھے پیچھے آنے والوں کے لیے
خاک میں گم ہو گئے لیکن خبر کرتے ہوئے

حوصلوں کا پتّہ ہو جاتا ہے پانی اے مجیبؔ
دشت کی سفاکیوں کو اپنا گھر کرتے ہوئے

27

بتاؤں کیا کہ چراغوں پہ کیا گزرتی ہے
جب اس مکان میں آ کر ہوا ٹھہرتی ہے

فلک بدوش عمارات روک لیتی ہیں
کہاں کبھی مرے آنگن میں دھوپ اترتی ہے

عجب نقوش بناتے ہیں بادلوں کے پرے
کبھی کبھی تو تری شکل بھی ابھرتی ہے

بغیر پھول کے بھی خوشبوؤں کا ہو احساس
بغیر چاند کے بھی چاندنی بکھرتی ہے

اندھیرے نیند کی آغوش میں جو سو جائیں
کسی کی گل بدنی مجھ سے بات کرتی ہے

مرے پڑوس میں انہونی کچھ ہوئی ہے ضرور
دریچہ روتا ہے دیوار آہ بھرتی ہے

ہزار اپنا ہنر آزمائیں ، آخرکار
بس ایک لو ہر اندھیرے کے پر کترتی ہے

ہمیشہ پوچھتی رہتی تھی اپنے بارے میں
اب آئینے سے وہی چشم شوق ڈرتی ہے

ہوائیں گریہ کریں آنسوؤں کی بارش ہو
مجیبؔ جب کسی مفلس کی آس مرتی ہے

قطعات

1

میں بلاؤں تو مرے پاس وہ آتا بھی نہیں
اور مجھے چھوڑ کے اک لمحے کو جاتا بھی نہیں
نام پر اس کے چرا لیتے ہیں آنکھیں سب لوگ
ہے وہ کس حال میں یہ کوئی بتاتا بھی نہیں

2

اپنے جسموں کو جو دیوار بنائے ہوئے ہیں
کتنے طوفانوں سے ہم سب کو بچائے ہوئے ہیں
سر کچلنا ہے ہمیں سرپھرے گردابوں کا
سو سمندر کو ہی گھر اپنا بنائے ہوئے ہیں